ماھنامہ

# حیاتِ نو

بلریاگنج

June 1985

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔"

MONTHLY HAYAT - E - NAU JUNE 1985
BILARIA GANJ AZAMGARH ( U. P. )



## جامعۃ الفلاح

علوم دینیہ اور علوم حاضرہ کا واحد مرکز اور قابلِ اعتماد تربیت گاہ

### شعبہ جات

★ شعبۂ ابتدائی ★ شعبۂ ثانوی ★ شعبۂ عالمیت
★ شعبۂ فضیلت ★ شعبۂ تخصص ★ شعبۂ حفظ و تجوید

**کلیۃ البنات** ★ شعبۂ ابتدائی ★ شعبۂ ثانوی ★ شعبۂ اعلیٰ

کل تعداد طلبہ ـــــ ۱۸۹۴ اساتذۂ کرام ـــــ ۶۴
دیگر ملازمین ـــــ ۳۶ ماھانہ خرچ ۵۲۰۰۰/- ـــــ
(باون ہزار روپئے)

ذریعۂ آمدنی
صرف مسلم عوام کی امانتیں

ترسیل زر کا پتہ:- ناظم جامعۃ الفلاح ۔ بلریاگنج ۔ اعظم گڑھ یوپی

NAZIM, JAMIATULFALAH , BILARYAGANJ
AZAMGARH , (U.P)
PIN : 276121

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

# ماہنامہ حیاتِ نو

جون ۱۹۸۵ء بمطابق رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

مدیر

طارق فاروق علیا فلاحی

قیمت فی شمارہ : ۲ روپے ۵۰ پیسے ★

★ سالانہ زر تعاون ۲۵ روپے

ترسیل زر کا پتہ: جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڈھ یو-پی — 276121

(مطبوعہ [illegible] فیض آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

# نقوش حیات نو


اداریہ

ایک اور تازہ زخم ـــــــ ایڈیٹر ۳

اسلامیات ۵

جشن عید ـــــــ مولانا ابو بکر اصلاحی ۶

مقالات

رحمتوں اور برکتوں کے تیس دن ـــــــ مولانا فاروق عالم ندوی ۱۰

رازدارِ رسول حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ ـــــــ ابو جاوید ۲۱

سورہ ہود کی ایک مظلوم آیت ـــــــ مولوی ابو ارشد بی۔ اے ۲۹

نتائج امتحان سالانہ ـــــــ ۴۶

حلقۂ یاراں ـــــــ علی احمد عبدالمعید زاہد ۵۴

جامعہ کے لیل و نہار ـــــــ نور محمد فلاحی ۵۵

غزل ـــــــ عزیز الدین عزیز ۶۵




اداریہ

# ایک اور تازہ زخم

سپریم کورٹ ہمارے ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے اس کے فیصلوں کو کہیں چیلنج نہیں کیا جا سکتا اور یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ اس کے جج صاحبان غلطی سے پاک ہوتے ہیں اور انصاف طلب کرنے والوں کو پورا پورا انصاف دینے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے فیصلے قابل احترام ہوتے ہیں اور تنقید کا نشانہ نہیں بنائے جا سکتے۔ یہ باتیں تسلیم کی جا سکتی تھیں اگر سپریم کورٹ کی تازہ تصویر سامنے نہ آتی۔ مگر ۲۲ اپریل ۱۹۸۵ء کو مطلقہ کے نان و نفقہ کے سلسلے میں شاہ بانو بنام محمد احمد مقدمہ کا فیصلہ جس انداز میں سامنے آیا اس نے ایک عجیب سی صورت حال پیدا کر دی ہے اور خود سپریم کورٹ کے فاضل جج صاحبان نے اپنی پوزیشن اور عدالت عالیہ کی پوزیشن کچھ ایسی بنا دی ہے کہ تنقید کے راستے خود بخود کھل گئے ہیں۔

قرآن خدا کا کلام ہے اس پر دنیا بھر کے ایک ارب مسلمان ایمان رکھتے ہیں اور اس پر اسی حیثیت سے عمل کرتے ہیں اس کی مذکورہ مقدمہ سے متعلق ایک آیت کو نبی کا قول قرار دینا سپریم کورٹ کے ججوں کے کسی بنچ کا کام نہیں ہو سکتا ہے اور ایسے ہی رہنما اصول کے دفعہ ۴۴ کی روشنی میں حکومت کو پُر زور انداز میں مشورہ دینا کہ وہ تمام باشندگانِ ملک کے لئے یکساں عائلی قوانین بنائے اور اس پر جلد از جلد توجہ دے نیز دستورِ ہند کی دفعہ ۲۲۵ اور دفعہ ۲۶ کو نظر انداز کر کے دفعہ ۱۲۵ کے تحت فیصلہ کرنا ایک سیاست داں، نادان مصلح اور ایک قومی نظریہ کے حامل انسان نیز یکساں سول کوڈ بنانے کے لئے جد و جہد کرنے والے کا کردار تو ہو سکتا ہے سپریم کورٹ کے کسی دستوری بنچ کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر واقعی سپریم کورٹ کے فاضل جج صاحبان اس طرح کا کردار ادا کر رہے ہیں تو ان کو اس پر نظر ثانی کرنا چاہیئے۔

ہندوستان میں آزادی کے بعد مسلمانوں کو جتنے زخم لگائے گئے ان میں یہ سب سے کاری اور گہرا زخم ہے مجھے یاد آتا ہے کہ کسی نے کہا تھا " باغ کے درختوں کو کاٹنے سے اچھا ہے کہ باغ میں آنے والے پانی کے چشموں کو بند کر دیا جائے باغ خود ہی سوکھ جائے گا" اور اس فارمولے پر آزادی کے بعد سے مسلسل عمل کیا جا رہا ہے۔ ایک منصوبے کے تحت مسلمانوں کو سرکاری عہدوں اور اونچے مقامات سے ہٹایا گیا ان کو تیسرے درجہ اور کلرکی کی ملازمت کے لئے مجبور کیا گیا۔ سیاسی اور معاشی میدان میں انہیں پیچھے دھکیلا گیا۔ فسادات کے ذریعہ ان کو یقین دلایا گیا کہ ان کی کوئی چیز محفوظ نہیں ہے اور وہ یہاں کی اکثریت کے رحم و کرم پر ہیں۔ اور اب مسلسل ان کو تیسرے درجہ کا شہری بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

سیکولر نظریہ کا سہارا لے کر تعلیم گاہوں میں اکثریتی طبقے کے کلچر اور ثقافت کو ترقی دی گئی، مسلمانوں کے تاریخی اور مذہبی واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا اور ان کے خلاف اکثریت کے ذہن کو مسموم اور زہریلا بنایا گیا۔

ایسے نام نہاد سیکولر مسلمانوں کو آگے بڑھایا گیا جن کا نام مسلمانوں میں بُرے جانور سے کم نہ تھا اور ان کو شہہ دی گئی کہ اسلام پر اور مسلم پرسنل لا پر حملہ کریں اور اس میں تبدیلی کا مطالبہ کریں تاکہ حکومت کسی مناسب موقع پر یہ کام انجام دے دے، اور اس کو دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ حکومت کی ذہنیت اس وقت اور واضح ہو گئی جب پارلیمنٹ میں سنہ ۱۹۷۲ء میں متبنّیٰ بل پیش کی گئی محکمۂ قانون کے اعتراف کے مطابق ۹۹ فیصد مسلم رائے عامہ نے اس کی مخالفت کی اور کمیٹی میں شامل تین مسلم ممبران نے پارلیمنٹ سے بار بار اپیلیں کیں اور بالآخر مجبور ہو کر اختلافی نوٹ لگائے بل کو حکومت نے منظور کر لیا اور مسلمانوں کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا نیز اس بل کو پاس کرتے ہوئے یہ بات بڑے واضح انداز میں کہی گئی کہ "یکساں سول کوڈ کی طرف یہ پہلا قدم ہے" اور اب سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ بالواسطہ حکومت کا دوسرا قدم ہے اور تیسرا قدم اور چوتھا قدم بس وقت کی بات ہے۔

---

مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو عقائد اور نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے اور عمل اور



کردار سے پہچانی جاتی ہے۔ ہاں ایسا ضرور ہے کہ تعلیم کی کمی، مذہب سے ناواقفیت اور دوسرے اسباب کی بنا پر بد عملی کا شکار ہو گئی ہے مگر اتنی بھی نہیں کہ اپنے پرسنل لا، اپنے مذہب اور اپنی کتاب کی حفاظت نہ کر سکے۔

اس کو سب سے زیادہ جو چیز عزیز ہے وہ مذہب ہے، عقیدہ اور ایمان ہے۔ وہ پہلے مسلمان ہے اس کے بعد سب کچھ۔ وہ مذہب کے لئے اپنا گھر چھوڑ سکتی ہے اپنا مال اور اپنی جائداد کا نقصان برداشت کر سکتی ہے اپنے اہل و عیال، اعزہ و اقارب کو داؤ پر لگا سکتی ہے اور اپنے آپ کو بھی قربان کر سکتی ہے کیونکہ وہ مذہب سے ہے اور اگر مذہب نہیں تو وہ بھی نہیں۔ مجھے بھرپور امید ہے کہ حکومت خصوصاً راجیو گاندھی اس بات کا موقع نہیں دیں گے کہ ہندوستان کے ۱۲ کروڑ مسلمان اپنے پرسنل لا کی حفاظت کے لئے سڑکوں پر نکل کر حکومت سے یہ کہیں ——

ادھر آ ستمگر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

---

مسلم پرسنل لا بورڈ تمام مسلمانوں کا ایک قابل اعتماد بورڈ ہے اور اس کا قیام اسی لئے ہوا تھا کہ وہ ٹھیک وقت پر صحیح قدم اٹھائے اور پرسنل لا کی حفاظت کے لئے بہتر تدابیر عمل میں لائے، یہ بات خوش آئند ہے کہ اس نے اپنے قیام کے بعد ہی سے اپنا سفر شروع کر دیا اور صحیح منزل کی طرف کچھ مثبت قدم اٹھائے تاہم ابھی منزل کافی دور ہے اور اس کی کوششیں ابتدائی نوعیت کی ہیں۔ مسلم عوام بورڈ سے یہ امید کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ صحیح نمائندگی کرے گا، اور مصلحت وقت کا شکار نہ ہوگا نیز سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے بعد اپنی کوششیں تیز تر کر دے گا ورنہ کوئی بعید نہیں کہ بورڈ صرف نشستند و گفتند و برخاستند کا مظاہرہ کرتا رہ جائے اور عوام اس سے مایوس اور بیزار ہو کر خود پرسنل لا کی حفاظت کے لئے سڑکوں پر آ جائیں۔

—— خدا ہمارا حامی و ناصر ہو۔

[illegible]

۲۲/۹/۱۹۸۵

مولانا ابوبکر اصلاحی استاذ جامعہ

# جشن عید؟

لیجیے عید آگئی۔ مہینہ بھر سے آپ دن گن گن کر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے اس کے لئے ہفتوں سے تیاریاں کی تھیں۔ عمدہ عمدہ کپڑے بنوائے۔ موزے اور جوتے خریدے۔ تیل اور عطر کا انتظام کیا۔ شکر اور سوئیوں کا اہتمام کیا۔ انتظار ختم ہوا، عید آگئی تو سویرے غسل کریں گے لباس فاخرہ زیب تن کریں گے، تیل اور عطر ملیں گے، منہ میٹھا کریں گے، دوست احباب سے گلے ملیں گے، خوشی خوشی بچوں کو پیار کریں گے اور بڑوں کو مسرت سے سلام ..... عیدگاہ سے واپس ہو کر تو لوگوں کا دور چلے گا۔ گروہ در گروہ ایک دوسرے کے یہاں پہنچیں گے۔ انواع و اقسام کے کھانے اور مختلف قسم کی سوئیاں نوش کریں گے، پھر احباب کے ساتھ سیر و تفریح کریں گے۔ یہ تھیں آپ کی امنگیں اور اس کے لئے تھا آپ کا انتظار۔ لیجیے عید آگئی، امنگوں اور تمناؤں اور ذوق و شوق پورا کرنے کا وقت۔ آپ شوق سے انھیں پورا کیجیے میں آپ کی مسرتوں کو بے کیف کرنا نہیں چاہتا۔

البتہ آپ سے دریافت کروں گا کہ کیا عید اسی لئے اور مسرتوں کی انتہا یہیں تک؟ کہ آپ اچھے کپڑے پہن لیں خوشبو مل لیں اور ایک دن سیر و تفریح کر لیں، کیا عید کی غایت یہی تھی؟ لیکن مومن کا ہر کام اپنے آقا کے لئے ہوتا ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (الانعام ۱۶۲، ۱۶۳)

کہہ دے، میری نماز، میری تمام عبادتیں، میرا مرنا، میرا جینا جو کچھ ہے اللہ کیلئے ہے جو دنیا جہان کا مالک ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں۔

پھر کیا مومن کا مقصود صرف زبان کو لذت یاب اور جسم کو سنوارنا بنانا ہو سکتا ہے؟ کیا مجرد لطف و تفریح مومن کی غایت ہو سکتی ہے؟ آئیے میں آپکو بتاؤں کہ عید کیوں منائی جاتی ہے اور جشن عید کس لئے، پھر آپکو اختیار ہوگا



کہ آپ جشن عید منائیں، یا اسمیں حقیقی روح پیدا کریں۔

رمضان شریف کا مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں بھٹکی ہوئی انسانیت کو چراغ ہدایت سے نوازا گیا اور عالم انسانیت کی تاریکی کو نور آفتاب سے منور کیا گیا اور دنیا کو وہ نعمت عظمیٰ عطا کی گئی جس کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ ۳)

آج میں تمہارا دین تم کو پورا دے چکا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔

اور یہی مہینہ ہے جس میں خالق عالم کی طرف سے آخری دستور اور نظام حیات انسانوں کو عطا کیا گیا تاکہ وہ اس سے راہ راست پائیں اور دنیا میں سکھ چین سے زندگی گزار لیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ (البقرۃ)

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا اور اس رات کو جس میں قرآن نازل کیا گیا گزشتہ دور کے ہزار مہینے کی راتوں سے بھی زیادہ افضل قرار دیا گیا۔ اس لئے کہ عالم روحانیت کے لئے جو ہدایتیں گزشتہ ہزار سالوں میں خداوند عالم کی طرف سے دی گئیں ان سب کو مکمل طور پر ایک ہی رات میں اتارا گیا جسے شب قدر کہتے ہیں اور جو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے اور غالباً ستائیسویں شب ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا (القدر)

بلاشبہ ہم نے اسے (قرآن) شب قدر میں اتارا ہے تمہیں خبر ہے کہ شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے فرشتے اور روح (امین) اسمیں اترتے ہیں۔

اور انسان جو سیکڑوں قسم کے بند غلامی میں جکڑا ہوا تھا اس سے اس کے اصلی مقام سے آگاہ کیا گیا اور اس کے مقصد تخلیق کو واضح کیا گیا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً (بقرہ ۳۰)

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات ۵۶)

میں نے جن و انس کو عبادت (پوری کی پوری اطاعت)

ہی کیلئے پیدا کیا ہے۔

پس عید کا دن اس ماہ مبارک کا آخر اور دور رحمت و برکات الٰہیہ کا پہلا دن تھا جس سے انسانیت کے لئے ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور اسی لئے مسلم کے جشن کے لئے متعین کیا گیا تاکہ خوشی منائے نور ہدایت کی بازیافت پر اور جشن منائے خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول پر اور مسرور ہو ایک کے آگے جھک کر ہر ایک کی غلامی سے رہائی پر، اور اس راز کے پالینے پر کہ کائنات کی ہر شے اس مسلم کیلئے ہے البتہ وہ خود خدا کیلئے اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے ہے۔

خدائے کون و مکاں کا غلام ہے مسلم
نظام کون و مکاں ہے غلام مسلم کا

اسکی خوشی اس لئے تھی کہ اسے اپنے آقا اور رب کی اطاعت و فرمانبرداری کا طریقہ معلوم ہوا تھا اور اس کے جشن و مسرت کا ظہور بھی اس کے آگے جھک کر اور اس کے سامنے سر اطاعت خم کر کے ہی ہوا چنانچہ عیدگاہ پہنچکر دوگانہ ادا کیا اور اگر اچھے کھانے، عمدہ لباس اور خوشبو کا استعمال کیا تو اس لئے کہ خدا کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ اس کے استعمال میں ہے اور اس کے حبیب کی سنت بھی یہی ہے۔

لیکن مومن عید کی اصل غایت فراموش کر چکا ہے اب اس نے عید کو زیب و زینت آرائش و زیبائش اور لطف و تفریح کا دن سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ خوشی کا دن اس لئے تھا کہ وہ خدا کے عطا کردہ طریقہ زندگی پر مسرور ہو پھر وہ خود اس کے مطابق زندگی گذارے اور اپنے قول و عمل سے دوسروں سے بھی اسکی حقانیت تسلیم کرائے۔ مگر مومن کا آج کیا حال ہے؟ وہ بالکل بھول چکا ہے کہ اسے خلعت خلافت سے سرفراز کیا گیا ہے اسے اس کائنات میں اپنے آقا کی جانشینی کا شرف حاصل ہے اور وہ اس کائنات میں تنہا با اختیار مخلوق ہے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس کا یہ فرض تھا کہ اپنے آقا کی پوری مملکت میں اس کے قانون — جس قانون کے ملنے پر وہ عید کی خوشیاں مناتا ہے — کو چلاتا اور اسے امن و امان اور سکھ چین سے بھر دیتا اور جو لوگ اس کے قانون سے بغاوت کر کے کسی خطۂ زمین پر اپنی حاکمیت کا دعوی کرتے اور خود ساختہ قانون چلاتے ہیں ان کو بھی اسکی دعوت دیتا نیز وہ خود نظام اسلام کی برکتوں کا بچشم خود مشاہدہ کرتے اور اسکی صداقت کے قائل ہوتے چلے جاتے۔



مگر افسوس! صد افسوس! کہ مومن خود اپنے آقا کے قانون سے — بغاوت کر چکا ہے جہاں اسے اختیار حاصل ہے وہاں اغیار کی طرح اس نے بھی اپنی حاکمیت کا اعلان کیا۔ خود ساختہ قوانین نافذ کرتے میں اس نے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی اس نے دنیا کی ہر دوسری حکومت سے قانون مستعار لینے یا اس سے استفادہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، البتہ اگر نا قابل التفات سمجھا تو قانون اسلام کو۔ (الا ماشاء اللہ)

یہ ہے ان حضرات کا حال جو جشن عید میں کوتاہی نہیں کرتے، کیونکہ عید کی ہنگامہ آرائیوں ہی کو وہ مقصود سمجھتے ہیں اور ان کی عادت و ظاہر پرستی میں اس سے آگے رسائی کہاں۔

یہ ہے صورت حال ان ممالک کی جہاں کے بسنے والے مسلمان ہیں، پھر ان ممالک کے لئے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں ہے جہاں بدقسمتی سے اغیار کا اقتدار ہے۔ اس طرح ساری دنیا میں انسان — جسے خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کا شرف حاصل ہے — اسی کی حاکمیت ہے اور انسان ہی کا قانون چل رہا ہے، چنانچہ اپنے حدود کو پھاند کر — غلام کے آقا اور محکوم کے حاکم بن جانے — کا جو انجام ہونا چاہئے تھا وہ سامنے ہے ساری دنیا شر و فساد سے بھر گئی ہے۔ ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (روم ۴۱)

لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی و تری فساد سے بھر گئی۔

انسان انسان کو کھائے جا رہا ہے اطمینان و سکون — جو سب سے بڑی دولت ہے — عنقا ہو چکا ہے ایک طبقہ دوسرے طبقہ کو ایک قوم دوسری قوم کو اور ایک مملکت دوسری مملکت کو ہڑپ کر لینا چاہتا ہے اور دنیا انسان کے لئے جہنم بن چکی ہے اور موجودہ حالت سے دنیا بیزار ہو چکی ہے اب اسے تلاش ہے امن و سکون کی، آرام و اطمینان کی، ایسے قانون اور نظام زندگی کی جو اسے سکون اور چین سے ہمکنار کر دے، دنیا پیاسی ہے اسے تلاش ہے آب حیات کی جو اس کے تن مردہ میں روح ڈال دے۔ — لیکن سکون بخش نظام حیات اور حیات آفریں آب زلال اسے ملے تو کہاں سے ملے کہ جس کے پاس موجود ہے وہ خود اس سے غافل، ظاہرداری میں کوئی کمی نہیں مگر اسکی روح سے نا آشنا تو عید کی آمد اسکی غفلت کے پردے کو چاک

(بقیہ صفحہ [illegible] پر)

مولانا فاروق عالم ندوی
استاذ جامعہ

# رحمتوں اور برکتوں کے تیس دن

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

**عبادت کا عالمی موسم** کثرت عبادت، تقرب والانابت الی اللہ، عبادت میں مسابقت، تلاوت، اور ختم قرآن ان سب چیزوں سے مل کر رمضان المبارک ایک عالمی جشن بن جاتا ہے اسمیں مشرق و مغرب کے مسلمان امیر ہوں یا غریب شہری ہوں یا دیہاتی، بادشاہ کا محل ہو یا غریب کی جھونپڑی ہر جگہ ایک ہی جلوہ نظر آتا ہے

جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو ہر ایک دوسرے کا رفیق، ہمدرد اور ہمدم نظر آتا ہے اسمیں باہمی ہمدردی، اخوت اجتماعی چارگی اور اخلاقی قدروں کا ایک سیل رواں ہوتا ہے جو امنڈ امنڈ کر آرہا ہے اور ہر مسلمان اسمیں غوطہ زن نظر آتا ہے وہ بھی جو واقعی رمضان المبارک کی اہمیت و فضیلت سے واقف ہے نیز اللہ کے نزدیک اسکی قدر و قیمت کو جانتا ہے اور وہ بھی جو اس سے نا آشنا ہے۔

**صوم کے لغوی معنی** المعجم البسیط میں اس کا معنی یہ لکھا ہے الامساك عن أي شيء كان یعنی کسی بھی چیز سے مطلق رک جانا

**اصطلاحی معنی** شرع میں صوم صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے نیز مباشرت سے پرہیز کرنے کا نام ہے

**روزے کی خصوصیت و اہمیت** روزے کی سب سے بڑی اہمیت اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کے اندر تقوے کی صفت پیدا کرتا ہے کتاب و سنت اور عقل سب اسکی تائید کرتے ہیں قرآن مجید جہاں روزے کی فرضیت بیان کرتا ہے وہیں آیت مذکورہ میں اس حقیقت کو بھی بہت واشگاف انداز میں بیان کیا ہے روزے کے متعلق حضور اکرم صلعم نے



فرمایا الصیام جنۃ (روزہ گناہوں سے بچانے والی ڈھال ہے) کتاب و سنت کی اس واضح اور اظہر من الشمس دلیل کے بعد کسی اور دلیل کی چنداں حاجت نہیں ہے لیکن باوجود وکیو نظیطی عنی کی روایت پر عمل کرتے ہوئے عقلی دلیل پر بھی غور کرلیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے تقوی کا اصل اور صحیح مفہوم جاننا ضروری ہے پھر خود سمجھ میں آجائیگا کہ روزے سے تقوی کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ تقوی دل کے اس گہرے احساس کو کہتے ہیں جو انسان کو اللہ کی ناراضگی سے بچاتا اور برے کام سے روکتا اور ہر اچھے کام پر ابھارتا ہے اس زیور سے جو قلب مزین ہے وہ کوئی بھی ایسی حرکت کرتے ہوئے ڈریگا جسے اللہ ناپسند کرتا ہو اور ہر لمحہ خدا کی رضا جوئی کیلئے کوشاں رہیگا

اب غور طلب بات یہ ہیکہ اللہ کی ناراضگی سے بچنا اور اسکی خوشنودی کا حصول کیونکر ممکن ہے۔ اسکا بہت صاف جواب یہ ہیکہ انسان اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھے اسکو من مانی کرنے سے بچائے جب انسان اپنے نفس پر قدغن لگا کر تقوے سے آراستہ ہوجائیگا تقوی اسکے اندر آجائیگا۔

اب دیکھنا یہ ہیکہ روزہ کس طرح نفس پر کنٹرول کی طاقت و قوت پیدا کرتا ہے دراصل روزے میں تین چیزوں سے پرہیز لازم ہے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کچھ کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے روکدیا ان تینوں خواہشات کے علاوہ کوئی بھی خواہش نفس اتنی ہمہ گیر نہیں ہے جسکو گنتی میں لایا جائے پھر یہ کہ یہ صرف خواہش نفس ہی نہیں انسان کی فطری اور ناگزیر ضرورت بھی ہے اس لئے کہ کھانا پینا اسکی بقاء حیات کے لئے ناگزیر ہے تسلسل نسل کے لئے جنسی میل ملاپ ضروری ہے روزہ ان تینوں زبردست خواہشوں پر مسلسل ایک مہینے تک روزانہ ۱۲ یا ۱۴ گھنٹے پابندی لگا دیتا ہے شدت پیاس سے حلق میں کانٹے پڑے ہوئے ہیں ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوتی ہیں پھر سامنے ہی ٹھنڈا پانی ہوتا ہے نفس بیتاب ہے طبیعت للچارہی ہے پانی کا پیالہ منہ سے لگا لینے کو جی چاہتا ہے لیکن روزہ ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور کہیں یاد دلاتا ہیکہ اللہ کی خوشنودی چاہتے ہو تو اتنی دیر اپنے کو اور روکو اس وقت انسان بے بس ہوکر رہ جاتا ہے اور پانی کی ایک بوند بھی حلق سے نہیں اترتا

## روزہ ضبطِ نفس کی دعوت دیتا ہے نفس کشی کی نہیں

لفظ تقویٰ کے مفہوم میں لوگ بڑی غلطیاں کرتے ہیں عام طور پر اسکا مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ مطالبات نفس کو جتنا کچلا جائے اتنا ہی تقویٰ پیدا ہوگا۔ جیسا کہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ کے مفہوم سے بظاہر معلوم ہوتا ہے لیکن اعمال روزہ اور ارشادِ رسول صلعم سے تقویٰ کا مفہوم بالکل الگ معلوم ہوتا ہے اور آیت کی بھی روح یہی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لا صام من صام الابد اور ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ والوصال یہ دونوں احادیث واضح طور پر بتاتی ہیں کہ روزہ جس تقویٰ کو پیدا کرتا ہے وہ محض ضبطِ نفس ہے نفس کشی اور رہبانیت نہیں ہے اس تقویٰ کا مفہوم صرف یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو سرکشی سے بچائے اور اسکو شریعت کا تابع اور فرمانبردار بنا دے اسکا قطعی یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلسل بغیر افطار و سحر کے روزے رکھ کر نفس کو بیجان بنا دے اور رہبانیت اختیار کرے

اس کی تائید مزید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں حضور صلعم نے افطار و سحر کا حکم دیا ہے اور اس میں برکت اور بھلائی کی بشارت دی ہے ارشاد نبوی ہے تسحروا فان فی السحور برکۃ لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر

سحری کھایا کرو کیونکہ اس میں بڑی برکت ہے جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے خیریت سے رہیں گے

ایک طرف روزے کا مقصد حصول تقویٰ ہے دوسری طرف ان دونوں احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سحری نہ کھانا اور افطار میں تاخیر کرنا دونوں تقویٰ کے منافی امور ہیں حالانکہ بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ سحری نہ کھانے اور افطار میں تاخیر سے مزید نفس کو دبانے اور اس کو سرکشی سے بچانے میں مدد ملتی ہے اس کے باوجود حدیث شریف اسکو تقویٰ کے منافی عمل قرار دیتی ہے اصل وجہ یہ ہے کہ جہاں اسلام اللہ کے حکموں کی اتباع اور اس کی مرضیات کے مطابق چلنے کا حکم دیتا ہے وہیں اسکے لئے حد بھی متعین کر دیتا ہے اب اس حد سے کمی کرنے یا اس سے تجاوز کرنے میں خیر نہیں صرف ہلاکت ہی ہلاکت ہے چنانچہ اگلی قومیں اسی افراط و تفریط کے باعث تحریف ادیان کی شکار ہوئیں اور انہیں کے



سبب بدنصیبی کا طوق انکی گردن میں ڈال دیا گیا۔

روزہ پُرخلوص محبت کا اصول سکھاتا ہے عبادت کی تاثیر خود کو اللہ کے لیے وقف کر دینے کا جذبہ اور اللہ سے قرب کا احساس پیدا کرتا ہے یہ انسان کے اندر ایک ہوشیار اور صحت مند ضمیر پیدا کرتا ہے انسان پر صبر اور بے لوثی کا گہرا رنگ چڑھا دیتا ہے

روزہ انسان کو باہم ربط و تعلق اتحاد و اخوت نظم و ضبط کا سبق دیتا ہے اور اسکے لئے پاکیزہ ماحول پیدا کرتا ہے

### تاریخی جائزہ

اللہ تعالیٰ نے پچھلی تمام امتوں میں روزے فرض کئے جیسا کہ آیت میں لفظا مذکور کما کتب علی الذین من قبلکم سے ظاہر ہے بس تعداد و تعین اوقات میں فرق تھا

ان قدیم مذاہب و ادیان میں بھی روزے اور اسکے قوانین ملتے ہیں ان میں یہودی عیسائی اور قدیم ہندو مذاہب ہیں۔

### یہود کے روزے

یہودیوں کے یہاں اصل روزہ تو کفارہ کا ہے جسکو فرض کی حیثیت حاصل رہی اس کے علاوہ انکے یہاں اور مختلف نوعیت کے روزے پائے جاتے ہیں ان کے یہاں روزے حزن و غم رنج و الم نا امیدی کی علامت ہے جیسا کہ بعض مورخین لکھتے ہیں ایک جگہ ہے "جہاں تک یہودیوں کا تعلق ہے تمہید بائبل" میں روزہ انکے نزدیک اظہار سوگ کا مظہر گیا تھا اگر کوئی خطرہ در پیش ہوتا یا کوئی کاہن کسی الہام اور نبوت کی تیاری کرتا تو اسوقت روزہ ضرور رکھا جاتا یہودی اسوقت بھی عارضی طور پر روزہ رکھتے جب وہ سمجھتے کہ خدا ان سے ناراض ہے ملک میں کوئی وبا آتی مصیبت نازل ہوتی قحط کا سامنا ہوتا یا بادشاہ کسی مہم پر روانہ ہوتا تب بھی روزہ رکھا جاتا ہے

اس کے علاوہ انکے یہاں کچھ اتفاقی اور اتفاقی روزے بھی ہیں جو مختلف جگہوں میں ان سے متعلق کسی تاریخی واقعہ کی یاد میں رکھے جاتے ہیں علاوہ ازیں ان کے یہاں کچھ انفرادی روزے بھی ہیں یہ شخصی یادگار کے طور پر رکھے جاتے ہیں۔

### اوقات

ان کے یہاں عام طور پر روزے اشراق کے وقت سے شروع ہوکر رات کے پہلے تارے کے طلوع ہونے تک رہتا ہے علاوہ ازیں شام سے شام تک

کا وقت ہے سوائے کفارہ کا روزہ اسکا وقت اسلامی روزے کا وقت ہے

## عیسائیوں کے روزے

چونکہ مسیحی شریعت وفقہ و احکام کی تشریح و تدوین میں بہت پیچھے ہے اس لیے ہمیں یہاں روزے کی صحیح شکل آسانی سے سامنے نہیں آتی

حضرت مسیح علیہ السلام نبوت سے قبل ہم روزے رکھتے تھے یہ وہ کفارے کا روزہ ہے جو شریعت موسوی میں فرض کے درجے میں ہے ان روزوں کا اہتمام یہود کی انسٹی عیسائی کرتے تھے جو عیسائی اپنا انتساب دوسرے اصول کی طرف کرتے ہیں وہ ان روزوں پر زور نہیں دیتے۔

مسیحی مصادر میں پولس کے روزے کا ذکر ملتا ہے ان کے یہاں دکھوں اور صلیب کے جمعہ کا روزہ ایک عوامی مقبول روزہ تھا

## روزے ہندو مذہب میں

اس مذہب کے ایک نامندہ T. M. P. Mahadevan کہتا ہے "ان تہواروں میں جن کو سالانہ منایا جاتا ہے بعض تہوار روزہ اپوست کے لیے مخصوص ہیں جو تزکیہ نفس کیلئے رکھا جاتا ہے ہر ہندو فرقے نے دعا و عبادت کے کچھ دن مقرر کرتے ہیں جن میں اس کے اکثر افراد روزہ رکھتے ہیں کھانے پینے سے باز رہتے ہیں انہیں سب سے مشہور تہوار اویکنتا ایکادشی ہے جو وشنو کی طرف منسوب ہے اور مختلف فرقوں میں رائج ہے"

بعض روزے صرف عورتوں کے لیے مخصوص ہیں وہ ان دیویوں سے دعائیں کرتی ہیں جو ایشور کی ان نسوانی صفات کا مظہر ہیں جو مختلف اشکال میں ظاہر ہوتی ہیں انہیں عورتیں عبادت، عہد و معاہدہ کرتی ہیں اور یہ روح کے تزکیہ کے لیے مخصوص ہے۔

## روزوں کے اوقات

اکثر قدیم مذاہب میں روزے شمسی مہینوں کے حساب سے رکھے جاتے تھے جسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ روزے کے ایام کسی خاص مہینے اور موسم میں پڑتے تھے اور ان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا

قدیم مذاہب میں روزے میں غذا کے استعمال میں اختلاف تھا بعض لوگ مطلق جانور کا گوشت استعمال نہیں کرتے تھے بعض صرف مچھلیوں پر اکتفا کرتے تھے بعض صرف سوکھی روٹی کھا کر روزہ رکھتے ہیں۔



## روزے کا تقابلی جائزہ

دوسرے مذاہب و عقائد میں روزے ہمیشہ جزوی مقاصد سے رکھے جاتے ہیں وہ یا تو روحانی مقاصد کیلئے ہوتا ہے یا جسمانی ضرورت کے لیے یا پھر ذہنی نشوونما کے لیے مگر اسلام میں روزے مجموعی فوائد کی نیت سے رکھے جاتے ہیں

اس طرح دوسرے مذاہب میں روزہ دار بعض اقسام کی غذاؤں مشروبات یا مادی اشیاء سے مجتنب رہتا ہے مگر ان کی جگہ دوسری چیزیں استعمال کرتا ہے لیکن اسلام میں اس طرح کی کوئی گنجائش نہیں

مذہب یہود میں روزہ رنج والم اور تاریخی واقعات نیز مصائب و مشکلات کی حیثیت رکھتا ہے اسلام نے اس کے صحیح مفہوم کو جس پر حزن وملال یاس و نا امیدی کا سایہ تھا بہت افزا اور خوشی و مسرت کے مفہوم سے بدل دیا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے "روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے" ظاہر ہے کہ یہ فضا غم و حزن اور بدگمانی کی اس فضا سے قطعاً مختلف ہے جو یہود کے یہاں ملتی ہے۔

روزہ مذہب یہود میں نفس کی تذلیل و تحقیر کے مترادف ہے اور یہ بات انکی کتابوں میں عام طور پر ملتی ہے، ایک جگہ ہے "اور خداوند عالم نے موسیٰ سے کہا اسی ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو تمہارا مقدس مجمع ہو اور تم اپنی جانوں کو دکھ دینا اور خداوند عالم کے سامنے آتشیں قربانی دینا اور تم اس دن کسی طرح کا کوئی کام نہ کرنا" اسکے برخلاف اسلام میں حکم تو حکم کہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ اشارہ ملے کہ روزہ ایذاء نفس کا ذریعہ ہے بلکہ تحقیق کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے سحر و افطار کا حکم دیکر روزہ کو بہت آسان بنا دیا نیز کام کرنے میں کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔

روزہ بہت سے قدیم مذاہب میں کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا تھا ہندو مذہب میں اسکی زیادہ تر ذمہ داری برہمنوں پر تھی مجوسیوں کے نزدیک صرف مذہبی پیشواؤں اور عالموں پر واجب تھا یونانیوں کے نزدیک صرف عورتوں پر فرض تھا مرد اس سے مستثنیٰ تھے لیکن اسلام

ان تمام کے برخلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ذریعہ اعلان کر دیا کہ اسمیں مرد، عورت، امیر غریب، علاقہ، طبقہ، شہر، گاؤں کا کوئی امتیاز نہیں ہے روزہ سب کے اوپر ایک ساتھ یکساں فرض ہے۔

## اسلامی روزے میں رعایت

رمضان المبارک کے روزے کی فرضیت سے قبل نبی صلعم نے مسلمانوں کو مہینے میں صرف تین روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی لیکن یہ روزے فرض نہ تھے پھر سنہ ۲ ہجری میں رمضان کے روزوں کا حکم قرآن مجید میں نازل ہوا شروع شروع میں اسمیں اتنی رعایت تھی کہ اگر کوئی روزہ کو برداشت کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود روزہ نہ رکھنا چاہے تو روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور دوسرا حکم نازل ہوا جسمیں صراحۃً فرما دیا گیا کہ مسافر اور حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت اور ایسے بوڑھے لوگوں کے لیے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے ان کیا رعایت رہیگی اور ان سب کو یہ حکم دیا گیا کہ بعد میں جب کسی کا عذر باقی نہ رہے اسکے روزے کو رکھے جتنا رمضان میں ان سے چھوٹ گیا ہے اسکے علاوہ کوئی رعایت اور امتیاز نہیں ہے

## رمضان قرآن اور روزے کا باہمی ربط

ایک وقت تھا جبکہ انسانیت گمراہی تھی یعنی اسکا جنازہ اٹھ گیا لوگ جانوروں سے بھی بدتر زندگی گذار رہے تھے ایسے تاریک وقت اور وحشیانہ دور میں اللہ تعالیٰ نے اس دم توڑتی انسانیت کو نور ہدایت کی سچی صداقت سے سرفراز فرمایا یہ مہینہ رمضان المبارک کا تھا لہٰذا عین مشیت تھی اس ماہ کو ایسے ہی بابرکت عمل سے مزین کیا جائے یعنی اسکے دنوں کو روزے اور راتوں کو عبادت سے منور و آراستہ کیا گیا۔

روزہ اور قرآن کا بھی بہت گہرا تعلق ہے اسی وجہ سے حضور اکرم صلعم اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کی تلاوت زیادہ کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اسپر ابھارتے جس وقت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آتے اور قرآن مجید کا دور کرتے اس وقت آپ سخاوت و داد و دہش اور نیکی کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی تیز نظر آتے۔



## فضیلت

رمضان المبارک اسم با مسمّیٰ ہے پہلی تاریخ سے لیکر آخیر تاریخ تک رحمتوں برکتوں سے بھرا ہوا ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر عمل کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے اور نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے مگر روزہ کا معاملہ الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سوائے روزہ کے اس لئے کہ بیشک وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا بدلہ دونگا، بندہ میرے لئے اپنا کھانا پانی اور اپنی خواہش نفس کو چھوڑ دیتا ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور بیشک روزے دار کے منھ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی اور پاکیزہ ہے

سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے شعبان کی آخری تاریخ کو خطبہ دیا جسمیں فرمایا اے لوگو ایک بڑی عظمت بڑی برکت والا مہینہ قریب آگیا ہے وہ ایسا مہینہ جسکی ایک رات ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے اللہ نے اس مہینے میں روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس مہینے کی راتوں میں تراویح پڑھنا نفل قرار دیا ہے (یعنی فرض تو نہیں ہے لیکن سنت ہے) جو شخص اس مہینے میں کوئی ایک کام اپنے دل کی خوشی سے بذات خود کریگا وہ ایسا ہوگا جیسا رمضان کے سوا دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرے جو اس مہینے میں فرض ادا کریگا وہ ایسا ہوگا جیسے رمضان کے سوا دوسرے مہینے میں ستر فرض ادا کرے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ مہینہ سماج کے غریب اور حاجتمندوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا مہینہ ہے۔

مولانا جلیل حسن صاحب ندوی صبر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"دنیا میں مومن کی مثال میدان جنگ کے سپاہی کی ہے جسے شیطانی خواہشوں اور بدی کی طاقتوں سے لڑنا ہے اگر اسکے اندر صبر کی صفت نہ ہو تو وہ حملے کے ابتدا ہی میں اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیگا۔

"صبر کا مہینہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزے کے ذریعے انسان کو اللہ کی راہ میں جمنے اور اپنی خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دی جاتی ہے" ہمدردی کا مفہوم یہ ہے کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے کھاتا پیتا بنایا ہے وہ بستی کے حاجت مندوں کو اسی نعمت الٰہیہ

میں شریک کریں انکی سحری و افطار کا انتظام کریں، مواسات سے مراد مالی و زبانی ہر دو ہمدردی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے بہت واضح طور پر اس مہینے کی فضیلت سامنے آ گئی ہے اسکے باوجود اگر کوئی شخص بدنصیبی کا شکار ہو جائے تو اسکا وبال اس پر ہوگا۔

وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اللہ کی رحمتوں سے محروم ہوگا جیسا کہ ایک لمبی حدیث کا آخری ٹکڑا ہے "فان الشقی من حرم فیہ رحمۃ اللہ عز و جل" وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو اس ماہ رحمت و برکت میں اللہ کی رحمت سے محروم ہو گیا۔

## روزے میں اخلاص

روزہ چونکہ ایک ہمہ گیر عبادت ہے جس کی ادائیگی بیک وقت مشرق سے مغرب جنوب سے شمال تک کے مسلمانوں پر یکساں فرض ہے اسلئے یہ امکان تھا کہ اسکی عظیم اجتماعیت کی وجہ سے تقلید اور رسم و رواج کا عنصر داخل ہو جائے اور لوگ محض سماج و سوسائٹی کا ساتھ دینے اور لوگوں کی لعن و طعن سے بچنے کی غرض سے روزے رکھیں

نبوت کی دوررس نگاہ نے بہت پہلے اس فتنہ کا سد باب کرتے ہوئے شرط لگا دیا کہ جو روزہ صفت ایمان و احتساب کے ساتھ رکھا جائیگا وہی اللہ کے نزدیک مقبول ہے ارشاد ہے

"من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ"

"جو ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھیگا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے"

ایمانا۔ کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے مہینے اور اس کی برکتیں نیز روزے اور روزے کے فوائد کے متعلق یہ ایمان رکھے کہ اللہ کی طرف سے ہیں اور حق ہیں

احتسابا: کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال کے کرنے پر جو اجر و ثواب کے وعدے ہیں وہ صحیح ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جو طاقت زندگی کے پہیے کو تیزی کے ساتھ حرکت دیتی ہے اور جس کے دم سے دنیا کا بازار گرم ہے اور اس کی رونق قائم ہے وہ خلوص و یقین ہے چنانچہ اگر یقین کے ساتھ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے روزہ رکھا جائے تو یقیناً روزہ دار کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔



## رمضان المبارک کے خاص اعمال

یہ مہینہ سراپا خیر و برکت کا ہے اس میں انسان چھوٹے سے چھوٹا بھلائی کا کام کریگا تو اس کو ایک فرض ادا کرنے کا ثواب ملیگا جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اس موقع پر صرف تراویح۔ اعتکاف اور لیلۃ القدر کا مختصراً ذکر کیا جائیگا۔

## تراویح

تراویح کی نماز سنت ہے حضور اکرم صلعم سے ثابت ہے آپ نے صرف تین دن تراویح پڑھی اس کے بعد اس خوف سے چھوڑ دی کہیں امت پر فرض نہ کر دی جائے یہ واقعہ بخاری شریف "باب فضل من قام رمضان" بڑی تفصیل سے ذکر ہے اور ابن شہاب اس کے راوی ہیں۔

حضور صلعم کے بعد صحابہ کرام نے پابندی سے اس پر عمل کیا پھر یہ تمام اہل سنت اور صالحین امت کی علامت بن گئی اسکا بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو اس کے ذریعہ قیام لیل اور عبادت کی سعادت نصیب ہو گئی نیز اس سے کلام پاک کے حفظ میں بڑی مدد ملی نتیجہ بہت سے سینوں میں قرآن مجید محفوظ ہو گیا۔

## اعتکاف

اعتکاف کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اشغال دنیا سے بالکل الگ تھلگ ہو کر محض اللہ کی رضا و خوشنودی کی طلب میں کسی گوشہ مسجد میں مقیم ہو جائے سوائے عذر شرعی کے وہاں سے باہر نہ آئے، اعتکاف کے بڑے فائدے ہیں اسکا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کو سکون قلب حاصل ہو اسکے اندر اللہ سے جڑنے اللہ کی قربت کا داعیہ پیدا ہو اللہ کے حضور حاضر ہونے میں اسے خوشی و مسرت محسوس ہو، اگر یہ چیز رمضان کے شروع میں حاصل نہیں ہو سکی تو اعتکاف کے کے ذریعہ اس کا تدارک کر سکتا ہے۔

اعتکاف کا مقصد ہی یہ ہے کہ قلب اللہ سے وابستہ ہو جائے یہ حال ہو جائے کہ تمام افکار خیالات کی جگہ اللہ کی یاد اللہ کا ذکر و فکر کے لئے اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے اگر بستی کا ایک آدمی بھی اعتکاف نہ کریگا تو سب لوگ گنہگار ہونگے بیس تاریخ کی عصر کے بعد اعتکاف میں بیٹھ جانا چاہئے اور جب عید کا چاند دکھائی دے باہر نکل آنا چاہئے یہ حکم مردوں کے لئے ہے عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ تحریمی ہے انکے لئے اعتکاف کی جگہ ان کا گھر ہے

اعتکاف دس دن تک ہوتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا دس دن تک مسجد اور عورتیں اپنے گھروں میں ٹھہریں۔ نیز اعتکاف کیلئے نیت فرض ہے چنانچہ بغیر نیت کے اگر کوئی مسجد میں دس دن تک رکا رہے تو اعتکاف نہیں ہوگا۔ ساتھ ہی حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا لازم ہے طبعی عذر یعنی کھانا، پینا، پیشاب، پاخانہ، غسل جنابت اور شرعی عذر یعنی نماز جمعہ، نماز جنازہ کے علاوہ اور کسی کام کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے

## لیلۃ القدر

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جو طاق راتیں ہیں انہیں میں بہت ہی متبرک اور باعظمت رات ہوتی ہے اسکو قرآن وحدیث میں لیلۃ القدر کہا گیا ہے

اسکی فضیلت واہمیت سے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے یہاں صرف ایک بات عرض ہے ہم سب مسلمان ہیں اسلام ہمارا دین ہے یہ دل ہمیں عقیدہ دیتا ہے کہ قرآن برحق ہے ہمارا نصب العین ہے نیز یہ کہ اسکی ایک آیت تو کیا ایک لفظ کا منکر بھی مسلمان باقی نہیں رہتا

اب اس عقیدے کو سامنے رکھکر لیلۃ القدر کے متعلق دیکھیں قرآن ہمیں کیا بتاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر" تمہیں کیا پتہ کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی لیلۃ القدر کی رات میں عبادت کرنے کا ثواب دوسرے دنوں کے ہزار مہینوں کے دن ورات کی عبادت سے بھی زیادہ ہے نیز اس ایک رات میں دنیا کی ہدایت ورہنمائی کا وہ عظیم کام ہوا ہے جو ہزار مہینوں میں بھی ممکن نہیں۔

## فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مشک سے بھی زیادہ پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے دار اپنی خواہشات اور کھانا پانی میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا بدلہ دوں گا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا تک ملے گا لیکن روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔



[illegible]

# رازدانِ رسول حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما

تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہو جاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شمولیت اختیار کرو تمہیں اختیار ہے، دونوں میں سے جو بھی پسند ہو اپنا لو"

یہ ہیں وہ الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ سے اس وقت فرمائے تھے جب وہ پہلے پہل دربار رسالتمآب میں حاضر ہوئے۔

حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمانؓ مکی تھے اور قبیلہ بنی عبس سے تعلق رکھتے تھے انھوں نے اپنے ہی قبیلے کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ مکہ چھوڑنے اور یثرب میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے وہاں انھوں نے قبیلہ بنی عبدالاشہل کے ساتھ حلیفانہ معاہدہ کیا پھر اسی خاندان میں شادی کرلی اور یہیں حضرت حذیفہؓ کی پیدائش ہوئی بعد میں جب وہ موانع دور ہو گئے جو انکے اور مکہ کی آمدورفت کے درمیان حائل تھے، تو وہ آزادی کے ساتھ وہاں آنے جانے لگے۔ لیکن انکا قیام زیادہ تر مدینہ ہی میں رہتا۔ اور جب آفتاب اسلام جزیرہ نمائے عرب پر ضوفگن ہوا تو حضرت یمانؓ بنو عبس کے دس افراد پر مشتمل اس وفد کے ایک رکن تھے جس نے بارگاہ نبوت میں باریاب ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا۔ یہ واقعہ ہجرت نبوی سے پہلے کا ہے۔ اسطرح حضرت حذیفہؓ اپنی اصل کے اعتبار سے مکی اور پیدائش و پرورش کے لحاظ سے مدنی تھے۔ ان کی پرورش و پرداخت ایک مسلم گھرانے میں ایسے مسلمان والدین کی آغوش میں ہوئی تھی جو ابتدا ہی میں اسلام کے شجر سے اور خوشگوار سائے میں آ گئے تھے اسی طرح حضرت حذیفہؓ آنحضور کے دیدار سے مشرف ہونے سے قبل ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

حضرت حذیفہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے بیحد مشتاق تھے۔ اسلام

لانے کے بعد سے وہ حضورؐ کے حالات اور اوصاف کے متعلق لوگوں سے برابر پوچھتے رہتے اور انکے دل میں آتشِ شوقِ دیدار و زیارت ہمیشہ بھڑکتی رہتی تھی۔ آخر کار سمندِ شوق پر سوار وہ آپؐ کی ملاقات کے لئے مدینہ پہنچے اور بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے ہی دریافت کیا۔

"اللہ کے رسولؐ! میں مہاجر ہوں یا انصاری؟"

"تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہو جاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شمولیت اختیار کر لو تمہیں اختیار ہے، دونوں میں سے جو بھی پسند ہو اپنا لو۔" آپؐ نے فرمایا۔ "یا رسول اللہ! میں انصاری ہوں" حضرت حذیفہؓ نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینے پہنچے تو حضرت حذیفہؓ نے حضورؐ کی صحبت اختیار کرلی۔ وہ سائے کی طرح آپؐ کے ساتھ لگے رہتے۔ اور غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوہ بدر میں اپنی عدم شرکت کی وجہ انھوں نے خود ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"میں اس وقت اپنے والد کے ساتھ ایک ضرورت سے مدینے سے باہر گیا ہوا تھا۔ وہاں کفارِ قریش نے ہم دونوں کو گرفتار کر لیا اور پوچھا کہ "تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟"

ہم نے کہا "مدینہ" انھوں نے پوچھا "کیا تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا چاہتے ہو؟" ہم نے جواب دیا "ہم مدینہ جانا چاہتے ہیں۔۔۔" اور پھر وہ ہمیں اس شرط پر رہا کرنے پر آمادہ ہوئے کہ ہم ان سے اس بات کا عہد کریں کہ "نہ ہم انکے خلاف محمدؐ کی مدد کریں گے۔ نہ جنگ میں انکا ساتھ دیں گے" یہ عہد لے کر جب انھوں نے ہم کو رہا کیا تو ہم نے مدینے پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا، اور آپؐ سے دریافت کیا کہ ایسی حالت میں ہم کیا کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنا عہد پورا کرنے اور ان کے خلاف خدا تعالیٰ سے استعانت کی تاکید فرمائی۔

جنگ احد میں حضرت حذیفہؓ اور انکے والد حضرت یمانؓ دونوں نے شرکت کی۔ حضرت حذیفہؓ نے اس میں خوب دادِ شجاعت دی اور اختتامِ جنگ کے بعد صحیح سالم واپس لوٹے۔ لیکن ان کے والد حضرت یمانؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مگر انکو یہ موت مشرکین کی بجائے مسلمانوں کی تلوار سے حاصل ہوئی۔



ہوا یہ کہ اس غزوے کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمانؓ اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہما کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات کافی ضعیف اور سن رسیدہ تھے۔ جب معرکہ کار زار گرم ہوا تو حضرت یمانؓ نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"ہم کس بات کے منتظر ہیں؟ خدا کی قسم اب ہماری عمر کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے ہم بہت جلد اپنی مدتِ حیات پوری کرنے والے ہیں۔ کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جائیں۔ ممکن ہے خدا تعالیٰ ہمکو دولتِ شہادت سے بہرہ ور فرمائے۔" پھر وہ دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ثابت بن وقشؓ کو تو مشرکین کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی مگر حضرت یمانؓ پر نادانستگی میں مسلمانوں کی تلواریں برسنے لگیں۔ حضرت حذیفہؓ "میرے والد ۔۔۔۔ میرے والد ۔۔۔" پکارتے رہ گئے مگر کسی نے انکی آواز پر دھیان نہ دیا اور بوڑھے یمانؓ اپنے ساتھیوں کی تلواروں سے زخمی ہو کر گرے اور گوہرِ مقصود اپنے دامن میں سمیٹے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو گئے۔ اور حضرت حذیفہؓ صرف اتنا کہہ کر رہ گئے کہ "اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی مغفرت کرے وہ ارحم الراحمین ہے۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ بیٹے کو اسکے باپ کی دیت ادا کر دیں۔ مگر حضرت حذیفہؓ نے یہ کہہ کر دیت لینے سے معذرت کر دی کہ "وہ شہادت کے طالب تھے اور انکی مطلوبہ چیز ان کو حاصل ہو گئی۔ خدایا تو گواہ رہنا۔ میں نے اپنے باپ کی دیت مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔" اس وسیع الظرفی اور کشادہ دلی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں انکا مرتبہ اور بلند کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی صلاحیتوں کو بھانپ کر انکے اندر پوشیدہ اور مخفی صلاحیتوں سے انکے حسبِ استعداد کام لیا کرتے تھے۔ آپ نے جب اس پہلو سے حضرت حذیفہؓ کو جانچا تو انکے اندر نہایت اعلیٰ ترین اور غیر معمولی خوبیوں کا انکشاف ہوا۔ ایک تو غیر معمولی ذہانت جس سے کام لے کر وہ مشکل سے مشکل مسائل کو بہ آسانی حل کر لیا کرتے تھے۔ دوسری زود

فہمی اور حاضر دماغی، جسکے ذریعہ وہ بہت جلد معاملے کی تہ تک پہنچ جاتے۔ اور تیسری چیز تھی رازداری، جسمیں وہ سختی کے ساتھ کاربند تھے۔

مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سامنے سب سے مشکل اور انکے لیے سب سے زیادہ پریشان کن مسئلہ یہ تھا کہ یہودیوں اور انکے ہم خیال وہم مشرب مشرکین میں منافقین کا ایک گروہ موجود تھا جو اپنی گھناؤنی سازشوں اور مکروہ ریشہ دوانیوں کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی راہ میں طرح طرح کی مشکلات کھڑی کرتا رہتا تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت حذیفہؓ کو ان تمام منافقوں کے ناموں سے آگاہ کر دیا تھا ـــــ اور یہ ایک ایسا راز تھا جس سے حضرت حذیفہؓ کے سوا کسی دوسرے کو مطلع نہیں کیا تھا ـــــ اور یہ خدمت انکے سپرد کی تھی کہ وہ ان منافقین کی سرگرمیوں اور انکی حرکات و سکنات پر برابر نظر رکھیں۔ اور انکی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا سد باب اور تدارک کریں۔ اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ "رازدانِ رسولؐ" کے لقب سے مشہور ہوگئے

یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مواقع پر بہت سی اہم اور نازک ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حضرت حذیفہؓ کا تعاون حاصل کرتے رہتے تھے لیکن سب سے مشکل اور خطرناک ذمہ داری جسمیں انکی ذہانت، زود فہمی اور رازداری کا زبردست امتحان تھا، اس وقت انکے حوالے کی گئی تھی جب غزوہ خندق کے موقع پر دشمن نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور محاصرے کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھیں۔ یہاں تک کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے۔ اور کتنے ہی مسلمان خدا کے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہوگئے

مسلمانوں کی تو یہ حالت تھی لیکن قریش اور انکے حلیف مشرک قبائل کی حالت بھی ان سخت گھڑیوں میں مسلمانوں سے بہتر نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے قدم ڈگمگا گئے۔ خدائے تعالیٰ نے انکے اوپر تیز آندھی کا عذاب مسلط کردیا تھا جس سے انکے خیمے الٹ گئے۔ دیگچیاں اوندھی ہوگئیں اور انکے چولہے بجھ گئے ہوا کے تیز جھکڑ نے انکے چہروں پر کنکریوں



کی بوچھار کردی اور انکی آنکھوں اور نتھنوں کو گرد و غبار سے بھر دیا۔

جنگ کے ان نازک اور فیصلہ کن لمحات میں جو فریق گھبرا کر صبر و ثبات کا دامن ہاتھوں سے چھوڑ دیتا ہے، وہ خائب و خاسر و ناکام و نامراد رہتا ہے۔ اور وہ فریق جو ضبط وتحمل سے کام لیتا ہے اور فریق مخالف کے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد تک محاذ پر ڈٹا رہتا ہے، فتحمند و کامران ہوتا ہے۔ اور ایسے لمحات میں جو جنگ کے انجام پر فیصلہ کن طور پر اثر انداز ہوتے ہیں ـــــ برتری اسی فریق کو حاصل ہوتی ہے جو فریق ثانی کے حالات سے مکمل طور پر آگاہی حاصل کرکے اپنے موقف کا تعین کرتا اور نقشۂ جنگ کو ترتیب دیتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حذیفہؓ کی صلاحیتوں اور انکے تجربات سے کام لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور آپ نے طے کیا کہ کوئی آخری اور فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے ان کو رات کی تاریکی میں دشمن کے کیمپ میں بھیج کر اس کے حالات معلوم کرلیں۔ تن تنہا دشمن کے کیمپ میں جانا، موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا۔ لیکن جذبۂ اطاعت وجاں سپاری کی رہنمائی میں حضرت حذیفہؓ نے اس مہم کو کس طرح انجام دیا۔ اسکو انھوں نے خود اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

"اس رات ہم لوگ صفیں باندھے محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ ابوسفیان اور اسکے ساتھی مشرکین ہم سے بالائی جانب صف آرا تھے۔ اور بنوقریظہ کے یہودی ہم سے نشیب کی طرف تھے۔ ہم لوگوں کو بنوقریظہ کے ان یہودیوں سے اپنے اہل وعیال کے متعلق سخت خطرات لاحق تھے۔ وہ رات ظلمت، ٹھنڈک اور ہواؤں کی شدت کے لحاظ سے محاصرے کی شدید ترین رات تھی۔ ہوائیں اس طرح گرج رہی تھیں جیسے وہ کانوں کے پردے پھاڑ ڈالیں گی۔ اور تاریکی کا یہ عالم تھا کہ ہم کو اپنے ہاتھ نہیں دکھائی دیتے تھے۔

ایسی سخت گھڑیوں میں منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اپنے گھر لوٹ جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ وہ کہتے کہ "ہمارے مکانات دشمن کے سامنے کھلے پڑے ہیں"۔ ـــــ حالانکہ دراصل وہ کھلے ہوئے نہ تھے ـــــ تو منافقین میں سے جو بھی آپ سے جانے کی اجازت مانگتا آپ اسکے اجازت مرحمت فرمادیتے۔ یہاں

تک کہ محاذ پر صرف تقریباً تین سو آدمی رہ گئے تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پنجوں کے بل اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک کر کے ہم میں سے ہر شخص کے پاس تشریف لائے۔ آپ میری طرف بھی آئے۔ —— اس وقت ٹھنڈک سے بچاؤ کے لئے میرے پاس صرف بیوی کی ایک ہلکی سی چادر تھی، جو میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی —— حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب آئے۔ میں زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا۔

"کون ہے ؟"

"حذیفہ رضؓ" میں نے جواب دیا۔

"حذیفہ رضؓ ؟"

میں فاقے اور سردی کی شدت کے مارے زمین کی طرف سمٹ گیا اور بولا۔

"ہاں اے اللہ کے رسول! میں حذیفہؓ ہوں، حذیفہ بن یمان۔"

آپ مجھ سے اور قریب آگئے اور سرگوشی کے انداز میں فرمایا۔

"تم چپکے سے دشمن کے کیمپ میں جاؤ اور ان کے حالات معلوم کر کے مجھے آگاہ کرو۔"

یہ سن کر انتہائی خوف اور سخت ٹھنڈک کے باوجود میں نے موت کی وادی کی سمت قدم اٹھا دیئے۔ اور آپ کی زبان مبارک سے میرے لئے دعا کے الفاظ نکلے۔

اللھم احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوقہ ومن تحتہ

خدایا اسکی حفاظت فرما۔ اسکے سامنے سے، اس کے پیچھے سے، اسکے دائیں سے، اسکے بائیں سے، اسکے اوپر سے اور اسکے نیچے سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے یہ الفاظ ابھی ختم بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے خوف اور میرے جسم سے ٹھنڈک کے اثرات کو زائل کر دیا جب میں جانے کے لئے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا اور فرمایا۔

حذیفہؓ! دیکھو دشمن کے کیمپ میں پہنچ کر کوئی اقدام نہ کرنا۔" میں نے کہا بہت اچھا۔ اور خاموشی کے ساتھ تاریکی کے پردے میں چلتا ہوا مشرکین کے لشکر میں پہنچ گیا، اور انکے درمیان اسطرح گھل مل گیا گویا میں انہیں میں کا ایک فرد ہوں۔ میرے پہنچنے کے تھوڑی دیر کے بعد ابو سفیان انکے درمیان تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ اس نے کہا۔

"قریش کے لوگو! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ مگر مجھے اس بات کا اندیشہ ہو کہ کہیں یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچ جائے۔ اس لئے تم میں سے ہر شخص اپنے بغل والے کو اچھی طرح سے دیکھ لے۔"

میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے آدمی کا ہاتھ پکڑا اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا فلاں ابن فلاں۔ اور پھر ابو سفیان نے تقریر کا سلسلہ آگے بڑھایا۔

قریش کے لوگو! اب تمہارے لئے یہاں مزید ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی ہے تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہمارے جانور ہلاک ہوتے جا رہے ہیں، بنو قریظہ کے یہودی ہم سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ اور تند و تیز ہواؤں کے ہاتھوں جن پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا ہمیں کرنا پڑ رہا ہے، انکا بھی تم مشاہدہ کر رہے ہو۔ اس لئے اب بہتری یہی ہے کہ تم یہاں سے کوچ کر چلو۔ میں خود بھی واپس جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ کے پاس آیا اسکے گھٹنے سے بندھی ہوئی رسی کھولی اور اس پر سوار ہو گیا۔ پھر اسے ایک کوڑا رسید کر دیا، اونٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اپنے سوار کو لے کر روانہ ہو گیا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی سے پہلے مجھے کسی اقدام سے روک نہ دیا ہوتا تو اس وقت تیر مار کر ابو سفیان کو قتل کر ڈالنا میرے لئے بہت آسان تھا۔

اس کے بعد جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا تو دیکھا کہ آپ ازواج مطہرات میں سے کسی کی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے مجھے دیکھا تو اپنے قریب بلایا میں جا کر آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اور آپ نے میرے اوپر اپنی چادر کا ایک کنارہ ڈال دیا میں نے پوری رپورٹ خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ جسے سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اللہ کی تعریف کی اور اس کا شکر ادا کیا۔"

"حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ زندگی بھر منافقین سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں کے امین رہے۔ خلفاء راشدین منافقوں کے متعلق ہمیشہ انکی طرف رجوع کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطابؓ کا تو یہ حال تھا کہ جب بھی کسی مسلمان کا انتقال ہوتا تو وہ لوگوں سے دریافت فرماتے

کہ حذیفہؓ اسکی نماز جنازہ میں شریک ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہوتا تو وہ بھی شریک جنازہ ہوتے۔ بصورت دیگر انھیں اسکے مومن شخص ہونے میں شک ہو جاتا، اور نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ ایک بار انھوں نے حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا کہ ”میرے گورنروں میں بھی کوئی منافق ہے؟“ حضرت حذیفہؓ نے کہا ”ہاں ایک ہے“ حضرت عمرؓ نے پوچھا ”کون؟“ مگر حضرت حذیفہؓ نے اسکے نام بتانے سے معذرت کر دی۔ حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ ”اسکے چند ہی دنوں کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عامل کو معزول کر دیا۔ جیسے انھیں اسکی نشاندھی کر دی گئی ہو۔“

شاید کچھ لوگوں کو یہ بات نہ معلوم ہو کہ حضرت حذیفہؓ نہاوندؓ، دینورؓ، ہمدانؓ اور رے کے فاتح تھے۔ اور تمام مسلمانوں کے ایک مصحف پر جمع کئے جانے کے محرک بھی آپ حضرت حذیفہؓ تھے۔

مگر ان تمام خدمات اور عظیم الشان کارناموں کے باوجود خدا کے خوف اور اسکی گرفت سے ہمیشہ لرزہ براندام رہتے تھے جب انکا مرض الموت شدت اختیار کر گیا اور وقت موعود قریب آپہنچا تو کچھ صحابہ کرامؓ رات کے پچھلے پہر انکی عیادت کو تشریف لائے۔

حضرت حذیفہؓ نے دریافت فرمایا کہ ”یہ کون سا وقت ہے؟“ جب انکو بتایا گیا کہ اب صبح ہونے ہی والی ہے تو فرمایا ”اعوذ باللہ من صباح یفضی بی الی النار“ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس صبح سے جو مجھے جہنم میں پہنچا دے گی۔ پھر پوچھا ”کفن لائے ہو؟“

کہا گیا ”ہاں“ تو فرمایا ”دیکھو میرے کفن میں غلو سے کام نہ لینا۔ اگر خدائے تعالیٰ کے یہاں میرے لئے خیر ہے تو وہاں مجھے اس سے اچھا لباس مل جائے گا۔ ورنہ یہ بھی مجھ سے چھین لیا جائے گا“ پھر کہنے لگے ”اے خدا! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ فقر کو غنا پر، [illegible] کو جبر پر اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتا رہا“

پھر انکی زبان سے آخری الفاظ ادا ہوئے۔ ”حبیب جاء علی شوق لا افلح من ندم ............“

اور طائر روح قفس خاکی کو چھوڑ کر اپنے ابدی اور دائمی آشیانے کی طرف پرواز کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدائے تعالیٰ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ پر رحم فرمائے۔ وہ اپنی طرز کے ایک نرالے شخص تھے۔



گذشتہ سے پیوستہ

(آخری قسط)

مولوی ابوارشد بی۔ اے

# سورۂ ہود کی ایک مظلوم آیت

## تحریک پیام انسانیت کا بے لاگ تجزیہ

یہی نکتہ ہے جسے ملحوظ نہ رکھنے کے سبب آیت زیر بحث کی تفسیر میں، تحریک پیام انسانیت کے پلیٹ فارم سے اسکی وہ سیکولر تفسیر سامنے آئی ہے جس کی تفصیل اوپر گذری اور جسے سمجھ میں نہیں آتا کہ مذموم تفسیر بالرائے کے سوا دوسرا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ افسوس کا مقام ہے کہ قوم کے سامنے ایک نئی دعوت اور ایک نئی تحریک لیکر اٹھا جائے اور اسکی تائید میں پیش کی جانے والی بنیادی آیت کے سلسلے میں اتنی زحمت بھی گوارہ نہ کی جائے کہ زیادہ نہیں تو متداول تفسیروں سے تو رجوع کر لیا جائے۔ ابن جریر بیضاوی اور روح المعانی پر بھی اگر ایک نظر ڈال لی جاتی تو اس نئی تفسیر کی خامیوں کو آسانی کیساتھ محسوس کیا جاسکتا تھا۔ آج امت میں علم دین کی کساد بازاری کا شکوہ عام ہے سوال یہ ہے کہ جب امت کے اکابر اور اساطین تفسیر قرآن کے سلسلے میں اس سہل انگاری کا ثبوت دے سکتے ہیں تو تابدیگراں چہ رسد؟ خدا کرے کہ یہ سطریں اس آیت کریمہ پر بحث و تحقیق کے سلسلے میں اہل علم اور حضرات علماء کرام کو مہمیز کرسکیں۔

## آیت کریمہ کی صحیح تاویل

آیت کریمہ کی صحیح تاویل اور اس سے حاصل ہونے والی رہنمائی کی تفصیل پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کے مرکزی مضمون پر ایک نظر ڈال لی جائے جس میں یہ آیت کریمہ آئی ہے تاکہ آیت کا مفہوم اور اس کا صحیح موقع و محل سمجھنے میں آسانی ہو۔ دور حاضر میں معارف قرآنی کے ایک بڑے رمز آشنا نے سورہ ہود کا مرکزی مضمون انھوں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

هي وسورة هود انذار القرى واهل مكة اذا اشركوا وافسدوا في الارض وتبشير المتقين. انظر اية في اية ١١٣ وفيما بعدها وبيان ان مهلة الاشرار وغلبتهم لحكمة فان الله تعالى يبلو الناس فلابد من المهلة وتاخير القضاء والفاصل فلو عجله لبطلت الحكمة وان العاقبة للصابرين المعتصمين بالرب واعلم ان في آخر هذه السورة اشارة الى ما يقع على هذه الامة وطريق النجاة منه وهي القطع من الظالمين وقيام الليل والصبر وانتظار الفرج بعد الشدة وقص على ذلك ما وقع في الامم الخالية وهذه الاشارة الخفية كانت في اسرار هذه السورة وهذه المصيبة التي اشار اليها النبي صلى الله عليه وسلم فقال اي النبي صلى الله عليه وسلم شيبتني هود[۲]

سورہ ہود کا مرکزی مضمون انھوں بستی والوں اور متمدن قوموں کو ڈرانا ہے جبکہ انھوں نے شرک کیا اور زمین میں فساد پھیلانے کی درپے ہوئیں۔ اسی طرح یہ سورہ اللہ کے متقی بندوں کے لئے بشارت کا سامان فراہم کرتی ہے ملاحظہ ہو آیت ۱۰۰ اور اس کے بعد کی آیات[۱]۔ نیز یہ بتاتی ہے کہ اس دنیا میں شرپسندوں کو جو مہلت ملتی ہے اور انھیں جو غلبہ و اقتدار حاصل ہوتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما ہوتی ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو آزمانا چاہتا ہے تو ضروری ہے لوگوں کو مہلت ملے اور ان کے حق میں آخری فیصلے کو موخر رکھا جائے جو حق و باطل کے درمیان بالکل فیصلہ کرکے رکھدے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام میں جلدی ہوجائے تو حکمت فوت ہوجائے۔ نیز یہ سورہ بتاتی ہے کہ انجام کار صبر کرنے والوں کے لئے ہے جو اپنے

[۱] یہ سلسلۂ آیات ذٰلک من انباء القری ...... اِنّ اخذہ الیم شدید تک ہے لنقارئ کی بعد میں مترجم کے ساتھ اس سے اوپر گذر چکا ہے۔ [۲] تعلیقات الفراہی فی تفسیر القرآن الحکیم سورہ ہود مخطوطہ

رب کو مضبوطی سے پکڑے ہوتے ہیں اس کے علاوہ اس سورہ کے آخری ٹکڑے سے ان حالات کا اشارہ ملتا ہے جو بعد کے ادوار میں اس امت پر آنے والے ہیں۔ نیز یہ کہ ان سے نجات کا کیا راستہ ہوگا؟ جو اس کے سوا دوسرا نہیں کہ ظالموں سے قطع تعلق کرلیا جائے قیام لیل کا اہتمام کیا جائے اور سخت حالات کے مقابلے میں پہاڑ کی طرح جمے رہا جائے اور مشکلات کے بعد ان گھٹاؤں کے چھٹنے کی امید لگائی رکھی جائے۔ ان حقائق کو سامنے لانے کے لئے گذشتہ اقوام میں جو کچھ پیش آچکا ہے اس کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ یہی اشارے جو اس سورہ کے اسرار و رموز کے سلسلے میں ہم نے لئے اور یہی وہ بڑی مصیبت تھی جس کی طرف آپؐ توجہ دلانا چاہتے تھے جب آپؐ کی زبان مبارک سے (اس سورہ کے متعلق) یہ الفاظ نکلے تھے کہ سورہ ہود نے تو مجھے بالکل بوڑھا بنا کر رکھ دیا ہے۔ (شیبتنی ہود)

سورہ کے موضوع کے تعارف اس کے مضامین کی سختی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کی گراں باری کے سلسلے میں حضرت فراہیؒ نے جو کچھ کہا ہے

[۱] نوادر النوادر ص ۱۰۵۳

دیگر ائمہ تفسیر نے بھی اس سورہ کے سلسلے میں بالکل یہی بات کہی ہے۔ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ آیت سے پہلے کی آیت کریمہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے کلامی رنگ میں فرماتے ہیں:

لما بين امر المختلفين في التوحيد والنبوة واطنب في شرح الوعد والوعيد امر الرسول صلى الله عليه وسلم بالاستقامة مثل ما امر بها وهي شاملة للاستقامة في العقائد كالتوسط بين التشبيه والتعطيل بحيث يبقى العقل مصونا من الطرفين والاعمال من تبليغ الوحي وبيان الشرائع كما انزل والقيام بوظائف العبادات من غير تفريط وافراط مفوت للحقوق ونحوها وهي في غاية العسر ولذلك قال عليه السلام شيبتني هود

توحید اور نبوت کے سلسلے میں اختلاف کرنے والوں کے معاملہ کو واضح کرنے اور انھیں اس کے انجام بد سے بہ تفصیل آگاہ کرنے کے بعد حق تعالیٰ اپنے پیغمبر کو غیر معمولی اہتمام کے ساتھ پامردی و استقامت کا حکم دیتے ہیں۔ اس استقامت کا دائرہ عقائد کو شامل ہے کہ پیغمبر (ذات باری تعالیٰ کے تئیں) تشبیہ

اور تعطیل کے درمیان جادۂ اعتدال پر قائم رہیں اور عقل دونوں طرح کی انتہا پسندیوں سے محفوظ رہے۔ اور اعمال کو بھی شامل ہے کہ آپ وحی کو لوگوں تک پہنچائیں اور اس کے نازل کردہ احکام (شرائع) کی وضاحت کریں۔ عبادات کے معمولات کو افراط و تفریط کا ذرا شکار ہوئے بغیر پوری تندہی سے نبھائیں اس طور پر کہ خدا اور بندگانِ خدا کسی کے حقوق ضائع نہ ہوں۔ نیز ان کے علاوہ ذمہ داریاں جن کی سختی اور گراں باری کا اندازہ با آسانی کیا جا سکتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سورہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ سورہ ہود نے تو مجھے بالکل بوڑھا کر دیا ہے (شیبتنی ہود)

علامہ آلوسی اس کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہ:

ما انزلت علی رسول الله صلی الله علیہ وسلم ایۃ اشد من ھذہ الآیۃ ولا اشق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اس سے زیادہ سخت اور گراں بار کوئی دوسری آیت نہیں اتری۔

فرماتے ہیں:

واستدل بعض المفسرین علی عسر الاستقامۃ بھا ذاع من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم شیبتنی ھود[1]

راہِ خدا میں پامردی و استقامت کی سختی اور گراں باری پر بہت سے مفسرین کرام نے حضورؐ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ "سورہ ہود نے میرے بالوں کو سفید کر دیا اور مجھے بالکل بوڑھا بنا کر رکھ دیا ہے۔"

قارئین بجا طور پر اشکال محسوس کر رہے ہوں گے کہ یہ سورہ جس میں کفر و اسلام کا ایسا سخت معرکہ بپا ہے اور جس کے مضامین کی سختی اور گراں باری نے باوجود اس کے کہ عرب کی سرزمین میں بال نسبتاً دیر سے پکتے تھے،

---

[1] روح المعانی ۱۲/۱۵۲۔ اس ارشادِ پاک کی بعض روایتوں میں "واخواتہا" کا اضافہ ہے یعنی شیبتنی ہود واخواتہا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عقبۃ بن عامر وابی جحیفۃ مرفوعاً واشار الی الجامع الصغیر الی صحتہ۔ بعض صحابہ کرام کی روایتوں میں "اخواتہا" کی جگہ "المثانی" ... کا اضافہ ہے۔ دوسرا اضافہ "و اخواتہا من المفصل" کا ہے اور بعض روایتوں میں "الواقعۃ" ... عم یتساءلون نیز ان کے علاوہ بعض دوسری سورتوں کے ناموں کی صراحت ہے جنہیں قیامت کے بیان ہونے کا مضمون بتایا جاتا ہے۔ ان سب کی سندیں حسن ہیں۔ دیکھئے حاشیہ تفسیر المنار ۱۱/۲۴۹

حضورِ باکمال کے پیکر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو سفید کر دیا تھا، اس میں ایسی بے مثال اور سب سے کڑی علمبردار آیت کیسے آ گئی جیسا کہ آیت کی مذکورہ تغییر تفسیر میں باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس تفسیر کی رو سے اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی سرزمین میں عقائد و افکار کے جھگڑوں سے بلند ہو کر صرف ملکی بگاڑ کو دور کرنے، کرپشن اور بدعنوانی سے نجات دلانے اور اسے عام اور معروف معنوں میں امن و اطمینان کا گہوارہ بنانے کے لئے سرگرم عمل تھے تو آخر یہ کوئی ایسی بات تھی جس پر قوم آپؐ کی حد درجہ مخالف اور درپے آزار ہو گئی، یہاں تک کہ قرآن میں خاص طور پر ان حالات کے مقابلے میں آپ کو پامردی و استقامت کی تلقین کی گئی۔ مخالفت تو درکنار اس پر تو اسے آپؐ کو اپنا ہیرو، اپنا سب سے بڑا قومی رہنما بنا لینا چاہیئے تھا اور جیسا کہ مشہور روایات سے ثابت ہے کہ ان کی طرف سے باصرار یہ پیشکش تھی کہ آپ اپنی بنیادی دعوتِ توحید سے دستبردار ہو جائیں تو آپ کی سرداری مسلم اور آپ کی بڑی سے بڑی فرمائش بلا تاخیر پوری کی جا سکتی تھی[1]۔ قریش کی پیش کش کے جواب میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی جواب اس آیت کی بہترین تفسیر ہے جس کے نتیجے میں آپ نے دنیا کی اور چیزوں کا کیا ذکر چاند اور سورج کے بدلہ میں بھی توحید کی اپنی انقلابی دعوت سے دستبردار ہونے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

ہمارے مفسرین کرام کے نزدیک حقیقت ایسی عیاں ہے کہ وہ اس کی طرف چنداں اشارے کی بھی حاجت محسوس نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ عام طور پر آیت زیر بحث کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے میں کوتاہی کے سلسلے کی ایک کڑی قرار دے کر اس کی مختصر تشریح کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یعنی جب کسی قوم میں اکفر اور شرک بہ عوت ہونے کے ساتھ ساتھ برائیاں عام ہو جاتی ہیں اور اس کی اکثریت دنیوی لذت و عیش کی گرداب میں پھنس جاتی اور اسی کی رسیا ہو کر رہ جاتی

---

[1] اس پیشکش کی تصدیق ... میں بھی کفار عرب کی اس پیشکش کے مقابلے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ... عزم و استقلال کا ذکر ایک ... انداز میں آیا۔ البتہ ... اس کے مرکزی موضوع سے اس کا ربط و تعلق ... کے باوجود ... [illegible] ... توحید کی انقلابی دعوت اور اس کی ... [illegible] ... صحیح کا باستثناء الشاطئ ... [illegible]

ہے تو پھر بہت جلد یہ قوم خدا کے عذاب کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور صفحۂ ہستی سے اس کا نام ونشان تک مٹا دیا جاتا ہے۔ اس سے اگر نجات پاتے ہیں تو وہ لوگ جو بھلائی (معروف) کا حکم دیتے اور برائی (منکر) سے منع کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ "معروف ومنکر" کے اصطلاحی الفاظ کے ذکر کر دینے کو وہ اس بات کے لئے بالکل کافی تصور کرتے ہیں کہ بات کفر اور اسلام کی آگئی ہے۔ اب اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ جبکہ دوسرے لوگوں نے اس اجمال کو کھول کر اس سلسلے میں پیدا ہونے والی تمام امکانی غلط فہمیوں کا سدِّباب کر دیا ہے جس کے بعد اس آیت کو سیکولر معنی پہنانے اور اسے بنیاد بنا کر صلح کل کی کوئی تحریک چلانے کی ذرا گنجائش باقی نہیں چھوڑی ہے۔

مفسر بیضاوی آیت کے آخری ٹکڑے (ولو کانوا مجرمین) کی تفسیر (کافرین) سے کرتے ہیں[۵۲] اس کے بعد اقوام ماضیہ کی ہلاکت اور ان کے بیخ وبن سے اکھاڑے جانے کے اسباب کے بیان میں صراحت کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ اس معاملہ کے پیش آنے کی وجہ علاوہ ان کے دیگر جرائم کے خاص طور پر یہ تھی کہ وہ کفر وانکار کی لعنت میں گرفتار تھیں۔ یہی بنیادی بیماری تھی جس نے انہیں بے شمار دوسری برائیوں میں گرفتار کر رکھا تھا:

کانہ اراد ان یبین ما کان السبب لاستیصال الامم السالفۃ وھو فشو الظلم فیھم واتباعھم للھوی وترک النھی عن المنکر مع الکفر[۵۳]

گویا کہ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا ہے کہ گذشتہ قومیں جو تباہ وبرباد ہوئیں اور بیخ وبن سے اکھاڑ دی گئیں تو اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ وجہ تھی ان کے اندر ظلم وناانصافی کا بڑے پیمانے پر پھیل جانا، خواہشات نفس کی اندھی پیروی میں ان کا لگ جانا اور برائیوں سے منع کرنے کے کام کو چھوڑ دینا اور کفر وشرک کی لعنت میں تو یہ لوگ گرفتار پہلے ہی سے تھے۔

اسی طرح سے آگے کی آیت کریمہ:

[۵۲] ایک دوسرے مفسر خطیب شربینی نے بھی اس ٹکڑے کی تفسیر کافرین سے کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:
وکانوا مجرمین ای کافرین۔ سراج المنیر ۲/۸۳۔

[۵۳] انوار التنزیل ۱/۳۸۸، ۳۸۹۔



وما کان ربک لیھلک القریٰ بظلم واھلھا مصلحون (۱۱۷)

اور تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ وہ بستیوں کو ہلاک کر دے ظلم کی بنا پر جبکہ حال یہ ہو کہ وہ لوگ اصلاح کی روش پر چلنے والے ہوں۔

میں (بظلم) کی تفسیر (بشرک) (یعنی شرک وکفر کے سبب سے) کرنے کے بعد (واھلھا مصلحون) کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

..... فیما بینھم لا یضمون الی شرکھم فساداً وتباغیاً[۵۴]

یعنی کہ وہ کفر وشرک کی لعنت میں گرفتار ہونے کے ساتھ فساد فی الارض اور سرکشی اور طغیان کا ارتکاب نہ کرتے ہوں۔

حال کے مفسرین میں صاحب "بیان القرآن" کا رجحان بھی اسی طرف ہے چنانچہ وہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

"اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں"[۵۵]

آیت زیر بحث کے سلسلے میں ان حضرات کا یہ انداز اور بھی نمایاں ہے: شیخ عبدالحق صاحب الاکلیل (اس کے ٹکڑے (ینھون عن الفساد فی الارض) میں فساد فی الارض کی تفسیر (کفر اور معاصی) سے کرتے ہیں۔ اسی طرح "اولو بقیۃ" کے اندر وہ عقل وفہم کے ساتھ دین کو بھی لازم قرار دیتے ہیں۔ اس پوری تشریح کے الفاظ یہ ہیں:

(ینھون عن الفساد فی الارض) عجب محمد علیہ السلام وامتہ ان لم یکن فی الامم التی ذکر اللہ اھلاکھم فی ھذہ السورۃ جماعۃ من اولی العقل والدین ینھون غیرھم عن الکفر والمعاصی۔[۵۶]

(ینھون عن الفساد فی الارض) اس ٹکڑے میں محمد اور ان کی امت سے تعجب انگیز انداز میں یہ بات کہی گئی ہے کہ وہ قومیں جن کے ہلاک کئے جانے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں کیا ہے ان میں سمجھدار اور دیندار لوگوں کی ایک جماعت بھی ایسی نہ تھی جو لوگوں کو کفر اور معاصی سے منع کرنے کا فرض انجام دیتی۔

اسی طرح آگے کے ٹکڑے (واتبع الذین

[۵۴] جلالین ۔۔۔

[۵۵] ترجمہ اشرف البیان

[۵۶] الاکلیل علی مدارک التنزیل ۵/۵۲

ظالموا ما اترفوا فیہ" کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ محمد نیشاپوری فرماتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان قوموں کے ہلاک کئے جانے کا بنیادی سبب یہ تھا کہ دین و ایمان سے ان کا رشتہ ٹوٹا ہوا تھا:

ما اعطوا فیہ من النعم والترف من حیث الریاسة والثروة واسباب العیش الهنی ورفضوا ما وراء ذلک مما یتعلق بامر الدین لہ

یہ لوگ عیش پرستی اور رفاہیت پسندی کے سمندر میں غرقاب ہو چکے تھے، اس لئے کہ انھیں ریاست و سرداری، مال و دولت اور اسباب زیست کی فراوانی حاصل تھی۔ جہاں تک دین اور اس سے متعلق چیزوں کا سوال ہے تو اس سے انھیں کچھ واسطہ نہیں رہ گیا تھا۔

آیت پر سب سے عمدہ اور تفصیلی بحث امام المفسرین علامہ ابن جریر طبری نے کی ہے جس سے اس سلسلے کے تمام اشکالات رفع ہو جاتے اور آیت کا صحیح محل اور اس کا منشاء مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

یقول تعالی ذکرہ فهلا کان من القرون الذین قصصت علیک نبأهم فی هذہ السورة الذین اهلکتهم بمعصیتهم ایای وکفرهم برسلی من قبلکم اولو بقیة من الفهم والعقل یعتبرون مواعظ الله ویتدبرون حججه فیعرفون مالهم فی الایمان بالله وعلیهم فی الکفر به، ینهون عن الفساد فی الارض یقول ینهون اهل المعاصی عن معاصیهم واهل الکفر بالله عن کفرهم به فی ارضه. الا قلیلا ممن انجینا منهم یقول لم یکن من القرون من قبلکم اولو بقیة ینهون عن الفساد فی الارض الا یسیرا فانهم کانوا ینهون عن الفساد فی الارض فنجاهم الله من عذابه حین اخذ من کان مقیما علی الکفر بالله عذابه وهم اتباع الانبیاء والرسل کہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیوں نہ ان قوموں میں جن کے حالات اس سورہ میں ہم نے بیان کئے ہیں جنھیں ہم نے اپنی نافرمانی اور اس وجہ سے کہ تم سے پہلے انھوں نے ہمارے رسولوں کا انکار کیا، تباہ و برباد کر دیا کیوں نہ ان میں ایسے اولو بقیة یعنی صاحب عقل و فہم لوگ ہوتے جو اللہ کی بیان کردہ نصیحتوں سے سبق لیتے

لہ غرائب القرآن ورغائب الفرقان علی ہامش ابن جریر ۱۲/۸۰

کہ جامع البیان ۱۲/۸۳

اور ان کے پیش کردہ دلائل پر غور کرتے جس کے نتیجے میں انھیں معلوم ہوتا کہ اللہ پر ایمان لانے کی صورت میں وہ کس انعام کے مستحق ہوں گے اور اس کا انکار کرنے پر انھیں کس انجام بد سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (ینهون عن الفساد فی الارض) یعنی گروہ نافرمانیاں کرنے والوں کو ان کی نافرمانیوں سے اور اللہ کا انکار کرنے والوں کو اس کی زمین میں رہتے ہوئے اس کے انکار اور جحود سے باز رکھتے (الا قلیلا ممن انجینا منهم) مطلب یہ کہ تم سے پہلی قوموں میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہونے کے برابر اور بہت تھوڑے رکھتے جو زمین میں فساد پھیلانے سے لوگوں کو باز رکھتے۔ بس یہی تھوڑی جماعت تھی جو زمین میں فساد پھیلانے سے منع کرنے کا فرض انجام دیتی رہی تھی۔ تو وہ بڑی اکثریت جو اللہ کے انکار کی اپنی روش پر اڑی ہوئی تھی جب اس پر اللہ کا عذاب آیا تو یہی تھوڑے لوگ تھے جنھیں اس سے نجات ملی۔ یہ لوگ تھے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے متبعین اور پیروکار۔

مفسر طبری کی اس تشریح کا ایک ایک لفظ توجہ کا طالب ہے جس میں انھوں نے آیت کریمہ کے ہر جز کو دین اسلام کی تعلیمات توحید و رسالت اسی طرح اس کے مخالف تصورات شرک اور انکار خدا وغیرہ سے جوڑ کر اس کا رشتہ براہ راست انبیائی دعوت سے ملا دیا ہے۔ آگے کی آیت کریمہ (وما کان ربک لیهلک القری بظلم واهلها مصلحون) کے سلسلے میں بھی موصوف نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے آیت زیر بحث کے منشا کو متعین کرنے میں کافی مدد ملتی ہے:

یقول تعالی ذکرہ: وما کان ربک یا محمد لیهلک القری التی قص علیک نبأها ظلما واهلها مصلحون فی اعمالهم غیر مسیئین فیکون اهلاکہ ایاهم مع اصلاحهم فی اعمالهم وطاعتهم ربهم ظلما ولکن اهلکها بکفر اهلها بالله وتماریهم فی طغیانهم ومکذیبهم رسلهم ورکوبهم السیئات لہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد تیرا رب ایسا نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بستیاں جن کے حالات اس نے تمہارے سامنے بیان کئے انھیں ظلم کی بنا پر ہلاک کر دے در آں حالیکہ وہ اپنے اعمال میں اصلاح کی روش پر عمل پیرا ہوں اور برائیاں نہ کر رہے ہوں۔ تو اس صورت میں جبکہ وہ اپنے اعمال میں اصلاح کی روش پر عمل پیرا ہوں اور اپنے رب کی اطاعت وفرمانبرداری

لہ حوالہ سابق ص ۸۴

بن گئے ہوں، اگر وہ انھیں ہلاک کرتا تو ایسا کرنا ظلم ہوتا، جس کا تصور بھی اس کی ذات سے محال ہے، معلوم ہوا کہ اس نے جن بستیوں کو ہلاک کیا تو اس لیے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور اپنی سرکشی، رسولوں کی تکذیب اور دیگر برائیوں کے ارتکاب میں آگے ہی بڑھتے رہے۔

آخر میں علامہ موصوف اس سلسلۂ آیات میں مفسرین کے بعض دوسرے اقوال کا ذکر کرنے کے بعد آیت زیر بحث پر اپنا محاکمہ اور ترجیحی رائے ان لفظوں میں پیش کرتے ہیں۔

واولی الاقوال فی ذلک بالصواب ان یقال ان اللہ اخبر تعالیٰ ذکرہ انہ اذ الذین ظلموا انفسہم من کل امۃ سلفت فکفروا باللہ اتبعوا ما انزل فیہ من لذات الدنیا فاستکبروا وکفروا باللہ واتبعوا ما اُترفوا فیہ من لذات الدنیا فاستکبروا عن امر اللہ وتجبروا وصدوا عن سبیلہ ...... وقولہ وکانوا مجرمین یقول وکانوا مکتسبی الکفر باللہ[۱۲]

ان اقوال میں سب سے بہتر اور حق وصواب سے قریب تر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ یہ کہ گزشتہ قوموں میں جن لوگوں نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا اور اس کے نتیجے میں اللہ کا انکار کیا تو دنیا کی لذتیں جو انھیں حاصل تھیں وہ بری طرح ان کے اسیر ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے استکبار کا مظاہرہ کیا اور اللہ کا انکار کیا اور دنیا کی جو لذتیں انھیں حاصل تھیں، ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اندر استکبار پیدا ہوا اور انھوں نے اللہ کے حکم سے منھ موڑا اور اس کے بالمقابل ڈھٹائی اور سرکشی کا مظاہرہ کیا اور اللہ کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے لگے۔ وکانوا مجرمین، اللہ کے اس ارشاد کا مطلب ہے کہ وہ خدا کے ساتھ کفر اور اس کے انکار کے جرم کا ارتکاب کرنے والے تھے۔

اور آیت کریمہ، وما کان ربک لیھلک القریٰ، الخ کی تشریح کے سلسلے میں قاضی بیضاوی کا جو خیال نقل کیا گیا ہے، علامہ طبری کے یہاں ایک قول اس کی تائید میں بھی ملتا ہے:

وقد قیل معنی ذالک لم یکن لیھلکھم بشرکھم باللہ وذلک قولہ بظلم یعنی بشرک واھلھا مصلحون فیما بینھم لا یتظالمون ولکنھم یتعاطون الحق بینھم وان کانوا مشرکین وانما یھلکھم اذا تظالموا۔ الخ

[۱۲] [illegible]

اس کے سلسلے میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو محض ان کے شرک کے گناہ کی وجہ سے ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ اس صورت میں آیت میں لفظ (ظلم) کا مطلب شرک ہوگا۔ اسی طرح واھلھا مصلحون، کا مطلب ہوگا کہ وہ آپس میں صلاح اور بہتری کی روش پر عمل پیرا ہوں ان میں کا کوئی شخص دوسرے پر ظلم کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو بلکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والے ہوں گو کہ وہ کفر و شرک کی آلودگی میں لت پت ہوں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک اس وقت کرتا ہے جبکہ وہ اس کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے لگیں۔

صاحب روح المعانی نے علامہ کے ذکر کردہ اس رائے پر ابن عطیہ کی تنقید نقل کی ہے اور محققین مفسرین کے حوالے سے اس کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔ جس سے معرفت قرآنی کا ایک اہم نکتہ ہاتھ آتا ہے کہ جب تک کسی معاشرے میں کفر و شرک کا وجود باقی ہے اس کے اندر کسی صلاح اور خیر کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ محققین کے نزدیک جب زیر بحث آیت کریمہ میں ان اقوام ماضیہ کے ہلاک کیے جانے کا سبب برائیوں سے منع کرنے کے سلسلے میں ان کی لاپرواہی اور تساہلی قرار پایا تو اس سے خود بخود یہ بات واضح ہو گئی کہ سب سے پہلے یہ لوگ (شرک و کفر) کی لعنت میں گرفتار تھے۔ اس کے بعد ہی دوسری برائیوں کے ان کے اندر در آنے کا موقع ملا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ وما کان ربک الآیۃ میں (ظلم) کی تشریح مطلق ظلم و زیادتی اور فساد و بگاڑ کے بجائے شرک سے کی جائے۔ اور آگے واھلھا مصلحون، سے ان لوگوں کو صلاح یافتہ اور انسانی حقوق کا ادا کرنے والا باور کیا جائے اس لیے کہ قرآن جب کسی قوم کو فساد فی الارض کا مجرم قرار دیتا ہے تو اس کے اندر اولین طور پر اس قوم کا شرک و کفر کی لعنت میں گرفتار ہونا شامل ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے ہی میں اس کا پورا نظام زندگی بے اعتدالیوں کا شکار ہوتا ہے۔ علامہ کی اس تنقید کے الفاظ یہ ہیں:

قال ابن عطیۃ وھذا ضعیف وکانہ ذھب قائلہ الی ما قیل: الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم والجور، ولعل وجہ ضعفہ ما ذکرہ بعض المحققین من ان مقام النھی عن المنکرات التی اقبحھا الاشراک باللہ تعالیٰ لا یلائمہ فان الشرک داخل فی الفساد

فی الارض دخولا اولیا و لذلک کان منھیا کل
من الرسل علیھم السلام امته عنه ثم
من سائر المعاصی فالوجه کما قال: حمل
الظلم علی مطلق الفساد الشامل لما تر
القبیح والآثام وحمل الاصلاح علی
اصلاحه والاقلاع عنه فیکون البعض
متصدیا للنھی والبعض الآخر متوجھا
الی الاتعاظ غیر مصر علی ما ھو علیه
من انواع الفساد. انتہی ۱؎

ابن عطیہ کا کہنا ہے کہ ابن جریر کا نقل کردہ یہ قول ضعیف ہے گویا کہ اس کا کہنے والا اس مشہور مقولے کا موید ہے کہ حکومت وسلطنت کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم اور ناانصافی کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔ اس خیال کے کمزور ہونے کی وجہ وہی ہے جیسا کہ بعض محققین مفسرین نے کہا ہے کہ برائیوں سے منع کرنے کا مقام (جبکہ اسی سے غفلت برتنے پر اس جگہ نکیر کی گئی ہے) جبکہ سب میں بڑی برائی اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب ہے۔ پھر مذکورہ تاویل (جس میں ظلم کی تفسیر شرک سے کی گئی ہے) سے کچھ زیادہ ہم آہنگ نہیں۔ اسلئے کہ جب بات زمین میں فساد پھیلانے کی کہہ دی گئی تو معلوم ہوا کہ شرک اس میں سب سے مقدم طور پر شامل ہے۔ یہی وجہ ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام سب سے پہلے اپنی امتوں کو اس شرک سے اور اسکے بعد بقیہ دوسرے تمام گناہوں سے منع کرتے تھے۔ پس آیت کی صحیح توجیہ یہ ہوگی کہ ظلم کو مطلق فساد اور بگاڑ کے معنی میں لیا جائے۔ جس میں دوسری تمام برائیاں اور ہر قسم کے گناہ اپنے آپ شامل ہو جائیں گے اسی طرح آگے کے ٹکڑے واھلھا مصلحون میں اصلاح کو مطلق ظلم وفساد سے باز رہنے پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس کے بعد درجات کے فرق سے بعض گناہوں سے سختی کے ساتھ باز رہنے کے لئے کہا جائے گا اور بعض کے سلسلے میں پند ونصیحت پر اکتفا کیا جائے گا۔ البتہ یہ بات ہر صورت کے لئے رہے گی کہ ایسے شخص کو اپنے شرک وکفر اور بگاڑ وفساد کی دوسری صورتیں جن میں یہ ملوث ہو ان پر اصرار نہ ہو۔

اردو دیگر تفاسیر میں حضرت تھانوی کی تفسیر بیان القرآن بعض پہلوؤں سے بڑی امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ رازی اور آلوسی کی طرح اس تفسیر میں بھی جا بجا جہاں وہ نکتے مل جاتے

۱؎ روح المعانی ۱۲/۱۶۳، ۱۶۵۔



ہیں ان سے بڑے بڑے اعتراضات کا جواب فراہم ہوتا اور بڑی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے ہم اپنی گفتگو کو موصوف کے اسی بیان پر ختم کرتے ہیں۔ ناظرین خود فیصلہ کریں کہ کیا قرآن کریم کی اس آیت پاک سے کسی سیکولر اور صلح کل تحریک کے لئے غذا حاصل کی جا سکتی ہے؟ حضرت تھانوی نے اس آیت کے مضمون کا جو عنوان باندھا ہے وہ بھی اس کے واضح منشا کو واضح کرنے میں بہت معاون ہے یعنی "سبب قریب وبعید ہلاک امم سابقہ"۔ اس کے بعد آیت کریمہ فلولا کان الخ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

(اور اوپر جو امم ہلاکہ کے قصے مذکور ہوئے) تو وجہ ان کی یہ ہوئی کہ جو امتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ اوروں کو ملک میں فساد (کفر وشرک) پھیلانے سے منع کرتے بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ہم نے ان میں سے بچا لیا تھا کہ وہ تو البتہ جیسے خود کفر وشرک سے تائب ہو گئے تھے اوروں کو بھی منع کرتے رہتے تھے اور ان ہی دونوں عمل کی برکت سے وہ عذاب سے بچ گئے تھے باقی اور لوگ چونکہ خود ہی کفر میں مبتلا تھے انھوں نے اوروں کو بھی منع نہ کیا، اور وہ لوگ جو نافرمان تھے وہ جس ناز ونعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے کہ اس سے باز نہ آئے خلاصہ مطلب یہ کہ نافرمانی تو ان میں عام طور پر رہی اور منع کرنے والا کوئی ہوا نہیں اس لئے سب ایک ہی عذاب میں مبتلا ہوئے، اور کفر کا عذاب عام ہوتا فساد کا خاص اسی وجہ سے منع کرنے کے غیر مفید ہی مقصد قرار دیئے گئے اسلئے جو عذاب مجموعہ کفر وفساد پر نازل ہوا وہ بھی عام رہا، اور اس سے ثابت ہو گیا کہ آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے (اپنی اور دوسروں کی اصلاح میں لگے ہوں، بلکہ جب بجائے اصلاح کے فساد کریں اور فساد کرنے والوں کو منع نہ کریں اس وقت عذاب خاص کے مستحق ہو جاتے ہیں ۲؎

اس تفصیل سے اندازہ ہوا کہ اس آیت کریمہ کا لب لباب یہ ہے کہ جب کسی قوم میں فساد اور بگاڑ عام ہو جاتا ہے جس کا بنیادی سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ کفر وشرک کی لعنت میں گرفتار ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں دوسری تمام برائیاں اس کے اندر پروان چڑھتی ہیں، دین

۲؎ بیان القرآن ۵/۹۶، ۹۷۔

والا اور حق پرست لوگ اس کے اندر کچھ بھی تعداد میں رہ جاتے ہیں جو لوگوں کو بگاڑ سے بچانے کی کوشش میں لگے ہوں تو سوائے ان معدودے چند لوگوں کے یہ پوری قوم ہلاک کر دی جاتی ہے اس مقام پر یہ آیت کریمہ قریش مکہ کی حالت پر ماتم کے ساتھ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہؓ کی تسکین و اطمینان کا سامان فراہم کرتی ہے۔ یعنی کہ آج اگر ان اہل کفر و شرک کا تمہارے ساتھ دشمنی اور عناد کا معاملہ ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں، ماضی میں بھی یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔ مٹھی بھر لوگوں کو چھوڑ کر عام طور پر لوگ حق کے دشمن اور دنیوی ملذات کے اسیر رہے ہیں۔ اس سے قبل جماعت مومنین کو استقامت و پامردی اور اس کے حصول کے لئے نماز کی تلقین کے بعد یہ گویا مزید تسلی کا سامان ہے۔ اسی طرح یہ آیت کریمہ سابق سورہ یونس کی ان آیات کے محل میں ہے جیسا کہ متعدد مفسرین کرام نے اسکی طرف اشارہ بھی کیا ہے:

فلولا كانت قرية آمنت فنفعها ايمانها الا قوم يونس لما آمنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا ومتعنٰهم الى حين۔ ولو شاء ربك لآمن من في الارض كلهم جميعا افانت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين (یونس ۹۸، ۹۹)

پھر کیوں نہ ہوئی کوئی بستی جو ایمان لاتی اور اس کا ایمان لانا اس کے کام آتا سوائے ایک یونس کی قوم کے کہ جب وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے دنیا میں ان سے ذلت کے عذاب کو ٹال دیا اور ان کو ایک متعین وقت تک جینے بسنے کا موقع دیا اور اگر تیرا رب چاہتا تو زمین والے تمام کے تمام ایمان والے ہوتے تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کرو گے کہ خواہی نخواہی وہ مومن ہو جائیں۔

سورہ یونس اور سورہ ہود کے مضامین میں یوں بھی جو یکسانیت ہے اہل نظر اس سے ناواقف نہیں ہیں۔

پس ہندوستان کے موجودہ حالات میں اس آیت کریمہ سے اگر ہمیں کوئی سبق ملتا ہے تو وہ یہ کہ جب تک یہ ملک خدا بیزاری اور کفر و شرک کی لعنت میں گرفتار رہے گا، اسے تباہی و بربادی اور سماجی بگاڑ اور فساد سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس کے دکھوں کا ایک ہی درماں ہے کہ یہ ملک اپنی بیجا رعایات اور تعصبات سے اوپر اٹھ کر ہدایت الٰہی کے اس آخری ایڈیشن کو کھلے دل کے ساتھ قبول کر لے جو آج اسلام کی صورت میں انسانی رہنمائی کے لئے موجود ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنے مسائل کے حل کے لئے جو تدبیر بھی اختیار کرے گا اور ملکی بگاڑ کو دور کرنے کی جو سبیلیں بھی سوچے گا وہ سب وقتی اور انجام کار ناکامی سے دوچار ہوں گی۔

شکر کا مقام ہے کہ یہ ملک ایسے پاک نفوس سے کبھی خالی نہیں رہا جو اس کے باشندوں کو جو [illegible] طریقہ اسلام کے اس حیات بخش پیغام کی دعوت پیش کرتے رہے ہیں اور اس بیسویں صدی میں بھی اس کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

قرآن کی یہ آیت کریمہ عقیدہ کے عائدہ اسلام، فکر و عمل کے عطا کردہ اپنے مکمل نظام کے ذریعہ اپنے مسائل کو حل کرنے کی تلقین کرتی ہے نہ کہ اسے بنیاد بنا کر پیام انسانیت جیسی کوئی سیکولر تحریک چلائی جائے۔ جس کے اندر عقیدہ و ایمان کے بنیادی مسئلہ سے صرف نظر کر کے، اپنے خیال کے مطابق صرف انسانیت کے مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے اور اسلام کے عقائد و افکار کے مسائل سے آنکھیں بند کر کے مختلف الفکر و مختلف الخیال انسانوں کی بھیڑ اکٹھا کر کے، با سلیاں اللہ اللہ یا رام رام کے اصول پر وحدت ادیان کے فلسفہ پر عمل کرتے ہوئے ابزعم خود انسانیت کے درد کا درماں فراہم کیا جائے۔

## ایک اور ستم ظریفی

تقریر کے آخر میں تحریک پیام انسانیت کے بانی محترم نے خاص طور پر طلبا اور نوجوانوں سے اس تحریک میں شامل ہونے اور اس کے ممبر اور ان کراؤنڈ ورکر ہونے کی اپیل کی۔ تحریک کے بنیادی فکر و فلسفہ کی طرح اس سلسلے میں بھی انھوں نے استدلال میں قرآن کی ایک آیت پیش فرمائی۔ جبکہ تقریر کے موضوع سے اس کے مضمون کی دور دور تک کوئی وجہ مناسبت نظر نہیں آتی۔ یہ سورہ کہف کی آیت ذیل جس میں ایمان کی دولت سے مالامال بلکہ اس کے نشے سے سرشار کچھ نوجوانوں کے واقعہ کا بیان ہے جنھیں کلمۂ توحید کے اظہار و اعلان کے نتیجے میں حکومت وقت کے ناقابل بیان تشدد سے دوچار ہونا پڑا:

انهم فتية آمنوا بربهم وزدناهم هدى وربطنا على قلوبهم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموات والارض لن ندعو من دونه الها لقد قلنا اذا شططا (کہف ۱۳، ۱۴)

یہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا

اور ہم نے ان کے دل مضبوط کئے جب وہ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اس کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود نہیں پکاریں گے اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً یہ بڑی بے جا بات ہوگی۔

یہ سچ ہے کہ بلند پایہ خطیب کبھی کبھی جوشِ بیان میں کچھ وہ باتیں بھی کہہ جاتے ہیں جن میں منطقی ربط اور استدلال کی کمی محسوس ہوتی ہے لیکن ایسا بھی کیا ستم ظریفی کہ ایک ہی سلسلۂ بیان میں سے آدمی وہ ایسی باتیں کہے جو ایک دوسرے کے لئے بالکل بے جوڑ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیام انسانیت کا صلح کل اور وحدتِ ادیان کے فلسفہ کی علمبردار تحریک کا توحید کی اس آتشیں دعوت سے کیا جوڑ ہے جس کی راہ میں کہف کے ان نوجوانوں کو سخت ترین اور ناقابلِ برداشت مشکلات و مصائب سے دوچار ہونا پڑا تھا اور جس کے ہمہ گیر تقاضوں کے ادنیٰ تصور سے بدن آج بھی کانپنے لگتا ہے۔

ہے ہند میں ملا کو جو سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

٭٭

بقیہ: حلقۂ یاراں

کے مقابلے رنگ خوب تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور معیار بھی رفتہ رفتہ اونچا ہو رہا ہے۔ بہت افسوس ہے کہ خواہش کے باوجود کنونشن میں شریک نہ ہو سکا لیکن وہاں سے واپس ہونے والے ساتھیوں سے اپنائیت کی داستان سن سن کر محظوظ ہوتا رہا۔ "احیاتِ نو" کی کتابت اور طباعت پر اگر مزید توجہ دی جائے اور جامعہ کے لیل و نہار کے کالم کو مزید دلچسپ اور خوبصورت بنا دیا جائے تو اچھا ہوگا۔ درسِ قرآن اور درسِ حدیث کی جگہ اگر قرآنیات پر کوئی تحقیقی مقالہ یا قرآن کی کسی مشکل آیت کی تشریح یا نظمِ قرآن یا اسلوبِ بیان سے متعلق چیزیں شائع کی جائیں تو رسالے کی افادیت میں بھی اضافہ ہوگا اور قرآن کے جس تصورِ فکر کی جامعۃ الفلاح ترجمانی کر رہا ہے وہ بھی نمایاں ہو کر سامنے آسکے گا۔ اسکی توسیع و اشاعت کے لئے کوشش کرنا ہر اسلام پسند ساتھی خصوصاً فلاحی برادران کا دینی فریضہ ہے۔

علی محمد صدیقی

عزیز الدین عزیز بلگام

# غزل

غلامی کا گلے میں طوق ڈالا سروری بیچی
خدا کے باغیوں ہی کو متاعِ رہبری بیچی

گناہوں کی سیاہی کو دلوں سے دور کیا کرتے
وہ تاریکی کا متوالا کہ جس نے روشنی بیچی

گلوں کو خار کہنے کی انہی کو جرأت ہے دنیا میں
نہ جانے سرفروشوں نے کہاں اپنی خودی بیچی

انہی کے واسطے دنیا انہی کے واسطے عقبیٰ
عوض جنت کے جس نے اپنے رب کو زندگی بیچی

نہیں یہ غم کہ تم نے بیچ ڈالے ساغر و مینا
مگر یہ کیا کہ تم رندوں نے اپنی تشنگی بیچی

عزیز بے نوا کے فن کو دنیا بھول جائے گی
اگر اس نے کبھی بازارِ فن میں شاعری بیچی

(بشکریہ حیدرآباد دور درشن)

# نتائج امتحان سالانہ جامعۃ الفلاح ۸۵-۱۹۸۴ء

## شعبۂ اعلیٰ وثانوی — طلبہ وطالبات

### شعبۂ اعلیٰ

۱۔ درجہ فضیلت آخری (فاضل): ممتاز: عبدالحی فاروقی I پوزیشن۔

**فرسٹ ڈویژن** اقبال احمد II پوزیشن، عبدالعزیز III پوزیشن، انیس احمد، اطہر کمال، توقیر عالم [illegible]، سید عبدالرحیم، مسعود احمد [illegible]، انعام اللہ، عبدالحفیظ

**سیکنڈ ڈویژن** محی الدین [illegible] الہ آباد، یمین احمد [illegible]، اطہر حسن میرٹھ، محمد راشد، انجم جمال حسینی۔

**تھرڈ ڈویژن** نجم الدین

۲۔ درجہ فضیلت اول

**فرسٹ ڈویژن** I محمد حسن نیپالی I پوزیشن، مجاہد الاسلام II پوزیشن، [illegible] III پوزیشن، انوار احمد، اسرار احمد، [illegible]، [illegible] صدیقی۔

**سیکنڈ ڈویژن** II انیس احمد مالیگاؤں، حافظ ضیاء الدین، تنویر عالم کانپوری، انور عالم نیپالی، ضیاء احمد [illegible]، کمال الدین، محمد ہارون [illegible]، محمد امین کشمیری، فاروق عالم نیپالی، محمد خالد

**تھرڈ ڈویژن** III عبدالباری، سراج الدین نیپالی۔



۳۔ درجہ عربی پنجم (عالمیت فاضل): ممتاز: مسیح الزماں I پوزیشن، محمد نعیم اشتیاق II پوزیشن، ولی اللہ III پوزیشن، سرفراز احمد،

**فرسٹ ڈویژن** عبدالعزیز گونڈوی، ابو طلحہ، خالد سیف اللہ ندوی، عطاء الرحمن بستوی، ممتاز احمد کانپوری، امیر حسن، نظام الدین، محمد طاہر بستوی، عبدالرحمن بستوی، محمد عنایت اللہ۔

**سیکنڈ ڈویژن** عبدالغفار، محمد عبدالرب، محمد شعیب کانپوری، طاہر حسین، شکیل احمد، [illegible]، حامد علی، [illegible]، احسن [illegible]، محمد ابوذر، محمد طاہر مظفر [illegible]، غلام نبی کشمیری، محمد خورشید عالم، نعیم الدین، آفتاب عالم، محمد راشد، عبدالحی نیپالی، رفیق احمد گونڈوی، عبداللہ [illegible]، شمیم اختر نیپالی۔

**تھرڈ ڈویژن** III نیاز احمد، الطاف الرحمن

۴۔ درجہ عربی چہارم: ممتاز: سمیع حسن I پوزیشن، اشفاق احمد II پوزیشن، عبد [illegible] III پوزیشن، عبداللہ ترابی، حامد علی دہلی۔

**فرسٹ ڈویژن** I مناظر علی قادری دہلی، فیاض احمد، لئیق احمد، عبدالکریم [illegible]، [illegible] ضیاء الدین [illegible]، انیس احمد، ابو سعود [illegible]، امین احمد، جاوید احمد، محمد عمر نیپالی، جمیل احمد، ارشاد احمد۔

**سیکنڈ ڈویژن** فضل حسین نیپالی، مشتاق احمد، محمد شاہد، اقبال احمد [illegible]، مستقیم [illegible]، [illegible] احمد کشمیری، [illegible] احمد، ابو سفیان، [illegible]، ممتاز احمد [illegible]، ادریس احمد نیپالی، شکیل احمد [illegible]، اقبال احسن، محمد راشد، [illegible]۔

**تھرڈ ڈویژن** III فیاض احمد [illegible]، ریاض الدین نیپالی، شکیل [illegible] الرشید۔

**ترقی** ریحان احمد، عبدالمجید، رضاء الکریم

۵۔ درجہ عربی سوم

**فرسٹ ڈویژن** I عبیدالرحمن I پوزیشن، رضوان احسن II پوزیشن، شکیل احمد III پوزیشن، عطاء الرحمن [illegible]، فیروز عالم، فیضان احمد، محمد سعد، [illegible] حسین، عزیز احمد، [illegible]، شاہ عالم، ضیاء الرحمن۔

**سیکنڈ ڈویژن** نوشاد عالم، فیروز احمد، اظہر [illegible]، عبدالرشید، [illegible] احمد، [illegible] الرحمن

شمشاد عالم ۔ ابو الکلام ۔ محمد افضل ۔ زبیر اختر ۔ شفیق عالم ۔ شاہ عالم ۔ محمد اعظم ۔ دلشاد احمد ۔
امیر الحسن ۔

* **تھرڈ ڈویژن** ۔ یوسف جمال ۔ نعیم احمد راحت اللہ ۔
* **ترقی** ۔ زبیر احمد ۔ نفیس الرحمن ۔ مشتاق احمد ۔ عبد الحمید ۔

**۶ - درجہ عربی دوم** ۔ **ممتاز** ۔ ذوالفقار احمد نیپالی ۔ ۱ پوزیشن ۔ محمد یٰسین احمد آبادی ۲ پوزیشن ۔ حبیب الدین ۳ پوزیشن ۔ حافظ ضیاء الرحمن ۔ محمد اسمٰعیل ۔

* **فرسٹ ڈویژن** ۔ غلام سرور ۔ اقرار خان ۔ محمد عثمان ۔ خورشید حسن ۔ رشید ۔ محمد عزیز ۔ احسان اللہ ۔ افتخار حسین ۔ عزیز الرحمن سنبھلی ۔ محمد شاہد ۔ ریاض الدین ۔ شمس الدین احمد آبادی ۔
* **سیکنڈ ڈویژن** ۔ محمد انور ۔ اشفاق احمد ۔ صباح الدین ۔ شبیر حیدر ۔ عبد المجید ۔ نوشاد احمد ۔

**تھرڈ ڈویژن** ۔ شفیق احمد ۔ محمد مجاہد ۔ زبیر احمد ۔ محمد انور رامپوری ۔ جاوید عالم ۔ ابو بکر ۔ ابو طالب ۔ محمد فضل ۔

**ترقی** ۔ عبید الرحمن کشمیری ۔

**۷ - درجہ عربی اول** ۔ **ممتاز** ۔ امان اللہ فہد ۱ پوزیشن ۔ محمد کریم ۲ پوزیشن ۔ اخلاق احمد ۳ پوزیشن ۔ ملک ایاز احمد ۔ انیس احمد ۔

**فرسٹ ڈویژن** ۔ حافظ محمد راشد ۔ رافع ۔ موسیٰ کلیم ۔ عمار حسینی ۔ شمیم اختر ۔ محمد شاہد ۔ غیاث الدین ۔ حفظ الرحمن ۔ محمد ارشد ۔ نسیم اختر ۔ ریاض احمد ۔ مصلح الدین ۔ ریاض احمد ۔ محمد علاؤ الدین ۔

**سیکنڈ ڈویژن** ۔ خورشید احمد ۔ انتظار احمد ۔ نبی سرور ۔ شمس قمر ۔ رفیق احمد ۔ شفیق الرحمن ۔ محمد افضل حسین ۔ محمد شفیع ۔ محمد عمر ۔ حافظ نظام الدین ۔ مشیر حسین ۔ عبد الرحمن ۔ مفید احمد ۔ محمد شریف ۔ ثناء رہبر ۔ بدر السلام ۔ آفتاب رحمانی ۔ ریاض الحق ۔ جنید احمد ۔

**تھرڈ ڈویژن** شفیق الرحمن ۔ محمد شعیب ۔ زاہد نسیم ۔ محمد حسن رشید ۔ عبد المنان ۔ جمال الدین اختر ۔

**ترقی** ۔ شمس الاسلام ۔ ابو الکلام ۔

# شعبہ ثانوی طلبہ

**۸ - درجہ ہفتم ثانوی** ۔ **ممتاز** ۔ عبد الرب ۱ پوزیشن

**سیکنڈ ڈویژن** ۔ واصل الحق ۲ پوزیشن ۔ تنویر پرویز ۳ پوزیشن ۔ انیس احمد ۔ آفتاب عالم ۔ ابو صالح ۔ رئیس احمد ۔ طفیل احمد ۔ ابو سفیان ۔ صلاح الدین ۔ ارشاد عالم ۔ فیاض احمد ۔ رضوان احمد ۔ منظور احمد ۔ ذوالفقار ۔ محمد ساجد ۔ یوسف جمال ۔ محمد کلیم اللہ ۔ محمد اسلم ۔ محمد عالم ۔

**تھرڈ ڈویژن** ۔ نسیم احمد ۔ عبید الرحمن ۔ عمران احمد ۔ امتیاز احمد ۔ محمد فاروق ۔ محمد توفیق ۔ افتخار احمد تقی الدین ۔ اشفاق انور ۔

**ترقی** ۔ شاہد فاروق ۔ تبریز احمد ۔ محمد ساجد ۔ محمد عاصم ۔ محمد راشد ۔ جاوید احمد ۔ عبد الاحد ۔ تنویر احمد ۔ محمد واثق ۔ فیضان محمد ۔ اشتیاق احمد ۔ غفران شاکر ۔ محمد جمال ۔ اسامہ مدنی ۔ محمد ہارون ۔ مشیر احمد ۔ عبد الحکیم ۔

**شعبہ حفظ سے درجہ ہفتم پاس کرنے والے طلبہ** ۔ جاوید مسعود ۔ نسیم اختر ۔ محمد عالم ۔ نظام الدین ۔

**۹ - درجہ ششم ثانوی** ۔

**فرسٹ ڈویژن** ۔ ماہتاب عالم ۱ پوزیشن ۔ عطاء اللہ فہیم ۲ پوزیشن ۔ شہود احمد ۳ پوزیشن ۔ مزمل ۔ محمد ۴ پوزیشن ۔ محمد خالد ۔ محمد شمس ۔ امان اللہ خان ۔ اسرار احمد ۔ انجم اختر ۔ شاہین احمد ۔ نعمان احمد ۔

**سیکنڈ ڈویژن** ۔ قیام الدین ۔ محمد آصف ۔ محمد ناصر ۔ نعمان عالم ۔ نفیس الرحمن ۔ ثاقب سلیم ۔ ثناء احمد ۔ ریحان احمد ۔ رضوان احمد ۔ محمد عقیل بنارسی ۔ شہباز احمد ۔ معین الدین ۔

**تھرڈ ڈویژن** ۔ عزیز احمد ۔ ندیم احمد ۔ مجیب احمد ۔ محمد آصف ۔ رحیم احمد ۔ محمد عارف ۔

**ترقی** ۔ ابو سعد عالم ۔ ابو اللیث ۔ افضال احمد ۔ شاہ عالم ۔ اشرف علی ۔ محمد عارف ۔ شبیر احمد ۔ آفتاب عالم ۔ حبیب اللہ ۔ مسرور احمد ۔ محمد ایوب ۔ حبیب اللہ ۔ شہنواز ۔ ابو طالب ۔ انصار احمد ۔

بیں الدین۔ سرمد عالم۔ رئیس احمد۔ سہیل احسن۔ نسیم احمد۔ محمد طارق واثق۔ محمد قاسم۔ شہاب الدین۔
سب اسعد علی۔ سید علی۔ ابوطلحہ۔ خلیق الزماں۔ آفتاب عالم۔ تبریز احمد۔ فیضان احمد۔ محمد شاہد۔

۱۰۔ **درجہ پنجم ثانوی۔**

**فرسٹ ڈویژن** عبید اللہ ۲ پوزیشن۔ افتخار احمد ۳ پوزیشن۔ محمد ضیاء ۳ پوزیشن
خورشید عالم۔ ارشد جمال۔

**سیکنڈ ڈویژن۔** ۲۔ نیاز احمد۔ ابو طالب۔ شفیق احمد۔ شمشیر عالم۔ شیخ ایاز احمد۔
شفیق احمد۔ جاوید عالم۔ عقیل احمد۔ سلامت اللہ۔ نور الاسلام۔ شمشیر احمد۔ اعجاز احمد۔ ابو سعد۔ محمد ثاقب۔
فیضان احمد۔ لئیق احمد۔ شہباز احمد۔ توقیر احمد۔ سراج احمد۔ رحمت علی۔ تنویر عالم۔ محمد ضیاء۔ جاوید علی انور۔
پرویز احمد انیس۔ مجاہد الاسلام۔ ابو ارشد۔ محمد ایوب۔ حسام الدین۔ ابو الفتح۔ عتیق احمد۔

**تھرڈ ڈویژن۔** ۳۔ ابو سعد۔ ایاز عالم۔ نظیر احمد۔ عقیل احمد۔ خورشید عالم۔ محمد جنید انور
قاری۔ شہاب احمد۔ محمد شہزاد۔

**ترقی:** ابو بشر۔ فیروز خان۔ نیاز احمد۔ محمد اسعد خاں۔ محمد انور۔ نعمان احمد۔ شمشاد احمد۔ ابو الکلام۔
ضیاء الدین۔ نور محمد۔ آفتاب عالم۔ نسیم احمد۔ فیضان احمد۔ پرویز احمد۔ تنویر عالم۔ محمد ناصر۔ محمد ارشد۔ محمد عباس۔
خورشید احمد۔ محمد فیاض خان۔ عبد الصبور عثمانی۔ محمد بدر الہدیٰ۔ نیاز احمد۔ اقبال احمد۔ توفیق احمد۔ محمد مقیم۔
ابو الوفا۔ محمد شعیب۔ مریم احمد۔ امتیاز احمد۔ محمد ارشد۔ ریاض۔ ابو زید۔ ابو عمیر۔ احمد کلیم۔ فیصل۔ شکیل۔
عالمگیر۔ محمد ناصر۔ اختر حسین۔ ابو صالح۔

## شعبۂ نسواں۔ کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح

---

۱۔ **فضیلت آخری۔** **ممتاز۔** فوزیہ فاطمہ ۲ پوزیشن

**فرسٹ ڈویژن۔** محمد جمیلہ ۲ پوزیشن۔ تبسم افروز ۳ پوزیشن

**سیکنڈ ڈویژن۔** بشریٰ بانو۔ رضوانہ بانو۔ سلمیٰ بانو۔ سعدیہ خاتون۔

واجدہ پروین۔ اندلس جہاں۔ فردوسی بانو۔ راشدہ بانو۔ ماہ طلعت۔ حسن آرا۔

**تھرڈ ڈویژن۔** نسیمہ بانو۔ شبو بانو۔

۲۔ **فضیلت اولیٰ۔**

**فرسٹ ڈویژن۔** راشدہ بانو ۲ پوزیشن۔ سعیدہ بانو ۳ پوزیشن۔ نور جہاں
۳ پوزیشن۔ ارجمند۔ درخشاں۔ بشریٰ نسیم۔ فردوس۔ قیصری۔

**سیکنڈ ڈویژن۔** ۲۔ نجم افشاں۔ ثروت جہاں۔ راشدہ۔ صالحہ۔ نائلہ کوثر۔
نور افروز۔ انجم آرا۔ نیر اختری۔ راحت بانو۔ نکہت بانو۔ حسن آرا۔ نصرت۔

**ترقی۔** تبسم آرا بانو۔

۳۔ **عالمہ چہارم (عالمیت فائنل)** **ممتاز۔** فرزانہ بانو ۲ پوزیشن
فاطمہ جمیل ۲ پوزیشن۔ نور الہدیٰ ۳ پوزیشن۔ صدیقہ مقبول۔

**فرسٹ ڈویژن۔** ممتاز رعنا۔ شگفتہ بانو۔ تبسم امان اللہ۔ انجم آرا۔ ندیم جبین فرحانہ

**سیکنڈ ڈویژن۔** صابر النساء۔ نور الصباح۔ راحت بانو۔ ثمینہ بانو۔ یاسمین بانو۔
حسن خاتون۔ رعنا بانو۔ صدیقہ بانو۔

۴۔ **عالمہ سوم۔**

**فرسٹ ڈویژن۔** سلمیٰ بانو ۲ پوزیشن۔ فہمیدہ بانو ۳ پوزیشن

**سیکنڈ ڈویژن۔** نجمہ بانو ۳ پوزیشن۔ تسنیم بانو۔ شاہدہ بانو۔ راشدہ اظہری
ستارہ بانو۔ ناہید بانو۔ شبنم اختری۔

**ترقی۔** عشرت جہاں۔ بشریٰ بانو۔ شہناز بانو۔

۵۔ **عالمہ دوم۔** **ممتاز۔** ریحانہ بانو ۲ پوزیشن۔ عظمیٰ سلطانہ ۲ پوزیشن۔ صالحہ بانو ۳
پوزیشن۔ سلمیٰ خورشید۔

**فرسٹ ڈویژن۔** پروین بانو۔ فرحانہ بانو۔ فردوس بانو۔ عابدہ خانم۔ زبیدہ بیگم۔

روبینہ خاتون۔ شگفتہ خاتون۔ تسنیم بانو۔ عابدہ خاتون۔ تمیت افروز۔ روحی بانو۔ شکیلہ بانو۔ تہذیب عالم

**سیکنڈ ڈویژن۔** مریم بانو۔ تنیم فرحت۔ شمیم بانو۔ نزہت بانو۔ فرحت بانو۔ پروین انجم۔ شفقت بانو۔ نشاط بانو۔ راشدہ فرح۔

**تھرڈ ڈویژن۔** ریحانہ بانو۔

**ترقی۔** عالیہ نسرین۔ توقیر بانو۔

۶۔ **عالمہ اول۔** **ممتاز۔** عارفہ کلثوم ۳ پوزیشن۔ عائشہ بانو ۲ پوزیشن۔

**فرسٹ ڈویژن۔** فرحت بانو ۱ پوزیشن۔ نشاط جہاں۔ ثریا بانو۔ شاہین بانو۔ تنویر بانو۔ ناہید بانو۔ انصری بانو۔ راشدہ بانو۔ نوحت بانو۔ شفیانہ بانو۔ ترنم بانو۔ افروز بانو۔ فردوس بانو۔ شاہین بانو۔ ناظرہ بانو۔ مسرورہ بانو۔ الفریدہ بانو۔ نسیمہ بانو۔ سلمیٰ بانو۔ نگہت بانو۔ انجم آرا۔ راحت بانو۔ عائشہ خاتون۔ نیلوفر۔ نشاط جہاں۔ عائشہ زریں۔ عاتقہ کوثر۔ خورشید جبیں عثمانی۔ افتخار واقیہ۔ رعنا افروز۔

**سیکنڈ ڈویژن۔** شکیلہ اختری۔ آمنہ خاتون۔ صوفیہ بانو۔ مسرت جہاں۔ سعیدہ خاتون۔ راشدہ زیبائی۔ ملکہ بانو۔ سلمیٰ بانو۔ نکہت بانو۔ نورالصباح۔ ناہید بانو۔ خورشیدہ بانو۔ نسیم الصباح۔ راشدہ بانو۔ نرگس بانو۔ شفقت بانو۔ ...۔ سلطانہ عالم خاتون۔ نورالصباح۔ حسن آرا۔ صادقہ بانو۔ طلعت تبسم۔

**تھرڈ ڈویژن۔** شاکرہ وزیر۔

۷۔ **درجہ ششم**

**فرسٹ ڈویژن۔** عارفہ بانو ۳ ڈویژن۔ نفیسہ ۲ ڈویژن۔ نسرین محفوظ ۱ ڈویژن۔ بشریٰ خورشید۔ روبینہ بانو۔ نفیس النساء۔ اکبری بانو۔ زیبا خاتون۔ ام سلمیٰ۔ خالدہ تسنیم۔

**سیکنڈ ڈویژن۔** فرح بانو۔ نور افزا۔ یاسمین مبین۔ تسنیم یعقوب۔ نور افشاں۔ نسرین فرح۔ راشدہ النساء۔ عذرا بانو۔ رضوانہ۔ نرگس۔ زیبا بانو۔ تمکین بانو۔ نزہت بانو۔ عشرت بانو۔ نورالصباح۔ صفیہ۔ سلمیٰ۔ ترنم۔ غزالہ پروین۔ خورشیدہ۔



**تھرڈ ڈویژن۔** فرحت بانو۔ شمع افروز۔ بشریٰ النساء۔ شمع افروز۔ حور النساء۔ خالدہ بانو۔ شمع نسرین۔ شمع افروز۔ یاسمین۔ نازنین۔ فرزانہ۔ فردوس انجم۔ فرزانہ خانم۔ ریحانہ شیریں۔ راشدہ بیگم۔

**ترقی۔** آصفہ بانو۔ روشن جہاں۔ شبنم۔ ساجدہ۔

۸۔ **درجہ پنجم۔** **ممتاز۔** نشاط پروین ۲ پوزیشن۔ خالدہ بانو ۳ پوزیشن۔

**فرسٹ ڈویژن۔** سلمیٰ بانو ۱ پوزیشن۔ شاداب بانو۔ فرحانہ بانو۔ حمیدہ بانو۔ شمیم بانو۔ عفت جہاں۔ نغمہ پروین۔ قمر بانو۔ فریدہ۔ ناہید بانو۔ شاہین بانو۔ افسانہ بانو۔ صبیحہ خاتون۔

**سیکنڈ ڈویژن۔** ساجدہ بانو۔ عائشہ بانو۔ شبانہ بانو۔ تسنیم بانو۔ لیلیٰ بانو۔ تسنیم ایوب۔ سلمیٰ بانو۔ نسرین بانو۔ نکہت انجم۔ تبسم ناہید۔ ناہید ۲۔ طلعت بانو۔ زینت بانو۔ سعدیہ بانو۔ فرزانہ بانو۔ شمیم پروین۔ شاہجہاں بانو۔ عشرت جہاں۔ شبنم بانو۔ قیصر جہاں۔ خورشیدہ بانو۔ تسنیم بانو۔

**تھرڈ ڈویژن۔** رضوانہ بانو۔ تنظیم بانو۔ زینت بانو۔

**ترقی۔** فیروزہ بانو۔ شائستہ بانو۔ حبیبہ بانو۔ شفقت بانو۔ زرینہ بانو۔ انجمن بانو۔ جعفری بانو۔ اکبری بانو۔ فردوس بانو۔ محسنہ۔ شگفتہ بانو۔ حفصہ بانو۔ یاسمین سطیع الدین۔

## فُرقانِ عظیم

- پھر وہ مریمؑ اس بچے کو لیے ہوئے اپنی قوم میں آئی۔ لوگ کہنے لگے: اے مریم یہ تو تو نے بڑا پاپ کر ڈالا۔
- اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی۔

نور محمد فلاحی سکریٹری انجمن

# جامعہ کے لیل و نہار

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۳ر مئی کو جامعہ کے تمام شعبوں کے امتحانات مکمل ہوگئے۔ اسی روز طلبہ اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ خدا کرے وہ بخیر و عافیت اپنے والدین اور اعزہ و اقارب کے یہاں پہنچ گئے ہوں۔ امسال شعبۂ اعلیٰ کے کچھ طلبہ حاضری کم ہونے کی وجہ سے امتحان سے محروم رہے جس کا بہت افسوس رہا خدا کرے آئندہ اس طرح کی نوعیت نہ آئے۔

۷ر مئی تک اساتذہ نتائج مرتب کرنے میں مشغول رہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تمام درجات کے نتائج مرتب ہوگئے۔ مقامی طلبہ کو اسی روز رزلٹ سنا دیا گیا۔ البتہ بورڈنگ میں مقیم طلبہ اور شعبۂ اعلیٰ اور ثانوی کے بچوں کا نتیجہ کارڈ ان کے گھروں کو روانہ کیا گیا۔ ماشاء اللہ مجموعی لحاظ سے نتائج اچھے رہے۔

● ۸ر مئی سے جامعہ میں باقاعدہ تعطیل شروع ہے۔ اساتذہ اور دیگر ملازمین اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے ہیں۔ اب انشاء اللہ ۲۹ر جون کی شام یا ۳۰ر جون کی صبح جامعہ میں تشریف لائیں گے اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو جائیں گے۔

● اس تعطیل کلاں میں بہت سے اساتذہ اور دوسرے متعلقین جامعہ ملک کے مختلف شہروں اور قصبات میں جائیں گے۔ وہاں پہنچ کر لوگوں سے ملاقاتیں کریں گے۔ جامعہ کا تعارف کرائیں گے اور جامعہ کے لئے لوگوں سے ہر طرح کا تعاون حاصل کریں گے۔ خدا کرے جامعہ کے ہمدردان و بہی خواہوں کا انہیں پورا پورا تعاون نصیب ہو اور وہ ہر محاذ سے کامیاب واپس آئیں۔

● جامعہ کی مجلس انتظامیہ کے فیصلے کے مطابق جناب مولانا عبدالحسیب اصلاحی صاحب نے ۵ر مئی ۱۹۸۵ء کو جامعہ کی صدارت کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کو زیادہ سے زیادہ قوت و توانائی عطا



هو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

عبدالمعید زاهد
علی احمد

# حلقۂ یاراں

مولانا محترم جناب طارق فارقلیط فلاحی مدظلہ العالی، مدیر ماہنامہ حیات نو

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

یہ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات ہیں کہ اس نے مجھے آپ سے ملاقات و گفتگو کا شرف عنایت کیا پھر دوبارہ آپ سے ملاقات کا شرف عطا کیا ہے امید کہ مزاج گرامی بخیر ہو۔

آپ نے جامعہ دارالسلام کا معائنہ بھی اور طلبہ اور یہاں کے ماحول کا مطالعہ کیا اور آپ نے تاڑ لیا ہوگا کہ ہم طلبہ کس نہج پر چل رہے ہیں اور ہمارا موقف کیا ہے میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے جمعرات کی شام پہاڑ کے دامن میں ہمیں اپنے گراں قدر معلومات و تجربات سے نوازا خصوصاً آپ نے دور حاضر کے بارے میں سائنس کے بارے میں، مولانا وحیدالدین خاں صاحب کی تحریک کے سلسلے میں، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کے سلسلے میں بہت سی معلومات کا ذخیرہ کرلیا اور ہمیں آئندہ کیا کرنا اور دور حاضر کے تقاضوں کو کیسے پورا کرنا ہے آپ نے بہترین طریقے سے بتایا اور جمعہ کا خطبہ بھی تقریباً دلیا ہی تھا جو دور حاضر سے متعلق تھا غرض یہ کہ اپنا تعارف کرا دیں میں جامعہ دارالسلام عمرآباد کا ایک طالب علم ہوں۔ جماعت ہفتم میں پڑھ رہا ہوں میرا نام عبدالمعید زاہد ہے ایک مضمون ارسال خدمت ہے امید کہ آپ اسے حیات نو میں جگہ دیں گے۔

عبدالمعید زاہد عمری

مکرمی ایڈیٹر صاحب     سلام علیکم

الاہلا نئے سال سے "حیات نو" کو پابندی سے نکلتے دیکھ کر آپ سے کافی توقعات وابستہ ہو چکی ہیں ہر شمارہ دیکھ

بقیہ صفحہ ۴۳ پر

کرے۔ ان کی ہر طرح سے مدد فرمائے تاکہ موصوف اپنے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دے سکیں اور جامعہ ان کی رہنمائی میں ترقی کے اعلیٰ منازل طے کر سکے۔ آمین۔

● — ہمارے ایک ساتھی رفیع الدین فلاحی اعظمی صاحب تقریباً دو سال پہلے ملازمت کے لئے سعودی عرب تشریف لے گئے تھے وہاں کسی شخص سے شدید زخمی ہو گئے تھے۔ ایک پیر میں تو بہت زیادہ گہرا زخم لگا تھا۔ بدن کا سارا خون نکل گیا تھا۔ موصوف لمبے عرصے تک اسپتال میں رہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب صحتیاب ہو کر گھر واپس آگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اب سے انہیں بخیر و عافیت رکھے۔ انہیں ہر طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچائے۔ آمین۔ ساتھ ہی ہمارے ان فلاحی بھائیوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے جنہوں نے موصوف کی علالت کے زمانے میں پوری پوری خدمت کی اور بھائی ہونے کا حق ادا کر دیا۔

● — امسال جامعہ سے ۱۶ طلبہ نے درجۂ فضیلت پاس کیا ہے۔ انجمن طلبۂ قدیم کی طرف سے انہیں استقبالیہ دیا گیا۔ انجمن کے دستور کی ایک ایک کاپی بھی دی گئی۔ خدا کرے وہ جلد از جلد انجمن کے ممبران میں شامل ہو سکیں۔ اور میدانِ عمل میں پہنچ کر اسلام کی صحیح رہنمائی کر سکیں اور جہاں بھی رہیں جامعہ کی بھی صحیح نمائندگی کر سکیں۔ ★★★

**بقیہ: جشنِ عید**

کر دینے کے لئے کافی تھی، مگر وہ عید کی حقیقی روح ہی کہاں جو اسے فرض آشنا کر دے؟

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی

مگر یہ غفلت تابکے، آخر اپنے آقا کے یہاں حاضر ہونا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کی جواب دہی کرنی ہے۔ پھر کیا جواب ہوگا؟ اگر فرائض میں کوتاہی کیگئی اور ڈیوٹی سے جی چرایا گیا۔

پس اے عید کی خوشیاں منانے والو! اور اے جشنِ عید میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والو! آؤ ہم سب مل کر حقیقی عید منائیں اور وہ اس طرح کہ جب نعمتِ خداوندی یعنی نورِ ہدایت اور جس نظامِ حیات کے ملنے اور ورود برکات کی ابتداء پر ہم عید کی خوشیاں مناتے ہیں اسکو اپنی زندگی میں نافذ کریں اور اپنے قول و عمل سے ساری دنیا پر اسکی حقانیت کی شہادت دیں پھر دنیا کو برکتوں سے بھر دیں۔ کیا تم اس جشن کے موقع پر اس کے لئے تیار ہو کہ وہ پیمان وفا تازہ کرو جسے تم نے اس وقت باندھا تھا جبکہ تم نے اپنے لئے مسلم کا لقب اختیار کیا؟